دینی، علمی، اصلاحی، ادبی، تاریخی

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

جلد: ۶، شمارہ: ۴

اکتوبر، نومبر، دسمبر ۲۰۲۲ء

مجلہ سہ ماہی

الکشاف

احادیث شریفہ میں آتا ہے اور تجربات بھی ہیں کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے وہاں سے سحر کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت اور بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ قرطبی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ: اس جگہ اہل باطل سے مراد جادوگر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس سورہ کے پڑھنے والے پر کسی کا جادو نہ چلے گا۔ (قرطبی از مسلم بروایت ابوامامہ باہلی) ایسے شخص کے قرآن مجید کی تلاوت سے جو ترجمہ بھی نہیں جانتا ہے بھوت آسیب بھاگ جاتا ہے اور اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے لگیں اور اس کو اپنی زندگی میں اتار لیں تو یہ جو انسانی آسیب اور بھوت ہیں کیوں نہ بھاگیں گے؟ یہ شیطان الانس جو ہم کو لگ گئے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ اگر ہم قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اتار لیں تو یہ شیطان الانس جن کے نرغے میں پوری ملت اسلامیہ اور پوری دنیا گھری ہوئی ہے یہ نہ صرف بھاگ جائیں گے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جائیں اور آپ کے غلام بن جائیں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

60/-

فلاح العباد ٹرسٹ 91/21 آزاد نگر کرامت کی چوکی کریلی الہ آباد یوپی

دینی، اصلاحی، علمی، ادبی، تاریخی

مجلّہ سہ ماہی

اَلْکَشّاف

جلد نمبر ۶ — شمارہ نمبر ۴

ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ - October to December 2022

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

معاون ایڈیٹر

مولانا عماد الدین مظاہری

مولانا حافظ سید محمد راشد

مجلس ادارت

پروفیسر شبیر احمد ندوی
سابق صدر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی

مولانا وصی اللہ آرزو میاں
جلال آباد، ضلع مظفر نگر

مولانا سید محمد زید، الہ آباد

مولانا سید محمد اشرف، الہ آباد

ڈاکٹر محمد کامل، لکھنؤ، مقیم ترکی

مجلس مشاورت

جناب محمد ثاقب صاحب
آئی اے، ایس

جناب محمد عرفان انصاری صاحب
اڈیشنل ایس پی

جناب ڈاکٹر شوکت علی صاحب
سابق ڈائرکٹر آف ایجوکیشن

جناب طارق سعید صاحب، الہ آباد

جناب محمد کلیم خان صاحب، مہراج گنج

جناب وسیم احمد صاحب، گونڈہ

FLAHUL IBAAD TRUST 9I/2I Azad Nager
Karamat ki chauki Kareli Allahabad,UP India 2211016

ترسیل زر کا پتہ: FLAHUL IBAAD TRUST PNB A/c:1001002100506383

پرنٹر پبلشر محمد ضیاء الدین مظاہری نے .جے پرنٹرس الہ آباد سے طبع کراکے دفتر مجلّہ سہ ماہی ''الکشاف'' فلاح العباد ٹرسٹ آزاد نگر کریلی سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق تمام مقدمات صرف الہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوں گے۔

ناشر: فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی

نگارشات

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	اپنی بات	ادارہ	۳
۲	یہ کامیابی ہے عاشقی کی، یہی تو ہے......	اکبرالہ آبادی	۴
۳	درس قرآن	مولانا عمادالدین مظاہری	۵
۴	موجودہ زمانہ میں قرآن کریم، صاحب قرآن اور اہل قرآن کی اہمیت وفضیلت	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۱۲
۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن حضرت شیمارضی اللہ تعالیٰ عنہا	ڈاکٹر محمد ضیاءالدین مظاہری	۲۶ ۳۱
۶	حضرت میاں چاند شاہ ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا منیراحمد صاحب قاسمی فیض آبادی	۳۷
۷	ایمان کا لباس تقوی ہے	مجلس حضرت مسیح الامت شاہ مسیح اللہ خانصاحب شروانی	۴۱
۸	کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟	پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی	۴۶
۹	انمول موتیاں (ملفوظات حضرت تھانویؒ)	ادارہ	۵۵
۱۰	فقہی مسائل۔نماز کے مسائل (سجدہ سہو کا بیان) (۴)	ادارہ	۶۳

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرتعاون کا وقت ختم ہوگیا ہے،لہذا رسالہ جاری رکھنے کیلئے تعاون کی رقم ارسال کردیں

خط وکتابت کا پتہ:
فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی۔انڈیا

فی شمارہ تعاون: 50/= روپے
سالانہ تعاون : 200/= روپے
محصول ڈاک اسکے علاوہ 100/=

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

zia3300@gmail.com

اداریہ

اپنی بات

دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت نے اللہ تعالیٰ سے اپنے کئے ہوئے عہد کو فراموش کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام نسل انسانی کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے بیک وقت ایک عہد لیا تھا: ''وَاِذْ اَخذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتُهُمْ وَ اَشْهَدُهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ ،اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ، قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْن ، اَوْ تَقُوْلُوْ ا اِنَّمَا اَشْرَکَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْل وَ کُنَّا ذُرِّیَّةًمِنْ بَعْدِهِمْ'' (اعراف:۱۷۲،۱۷۳)

اے نبی، لوگوں کو یاد دلا دیجئے وہ وقت جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں کہا: کیوں نہیں، ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے'' یا یہ نہ کہنے لگو کہ ''شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے ہی شروع کر دی تھی اور ہم تو بعد میں ان کی نسل میں پیدا ہوئے۔

یہی توحید کا وہ بیج ہے جو اللہ تعالیٰ نے اولین روز سے نسل بنی آدم میں پیوست کر دیا تھا اور درمیان میں بار بار اسکی یاد دہانی بھی کراتے رہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰه'' (بقرہ:۳۹) اور جب ہم نے اسرائیل کی اولاد سے بڑے پختہ عہد لئے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرنا۔

اور اسلام آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح طور پر بتا دیا کہ: ''وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَل مِنْه'' (آل عمران:۸۵) اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔

آج ہم نے اپنے رب سے کئے گئے عہد کو بھلا دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف حکم دیا: ''وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰه'' (نحل:۹۱) (اور اللہ کا عہد پورا کرو) اللہ کے عہد کو توڑ کر شرک وکفر کے گہرے گڈھے میں اپنے آپ کو جھونک دیا، اللہ واحد لاشریک کے علاوہ اپنے گمان کے مطابق جتنی بھی مضبوط اور طاقتور چیزیں ہیں خواہ وہ جاندار ہوں یا غیر جاندار ان کے سامنے اپنا سر خم کر دیا اور اپنے ایمان کا سودا کر لیا اور اللہ اور اس کے رسول سے غداری کے مرتکب ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''عَنْ عَبْدِاللّٰه بن عُمَر قَال : أَقْبَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْه وَسَلَّم ....وَ لَمْ یَنْقُضُوْا عَهْدَ اللّٰهِ وَ عَهْدَ رَسُوْلِه اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ عَدُوّاًمِنْ غَیْرِهِمْ فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِی أَیْدِیهِمْ وَمَا لَمْ تَحْکُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ وَ یَتَخَیَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّاجَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَیْنَهُمْ'' (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات:۴۰۱۹) جب وہ اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتے ہیں تو ان پر دوسری قوموں میں سے دشمن مسلط کر دیئے جاتے ہیں وہ ان سے وہ سب کچھ چھین لیتے ہیں جو ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اگر مسلمان حکمران اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو اللہ مسلمان معاشرے میں پھوٹ ڈالدیتا ہے اور وہ آپس میں کشت وخون کرنے لگتے ہیں۔ ہر مسلمان دیکھ لے کہ اس نے اپنا عہد کتنا پورا کیا اور کتنے کا سودا کر لیا ؎

صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ گٹھریاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی

یہ کامیابی ہے عاشقی کی یہی تو ہے خوش نصیب ہونا

وفا میں ثابت قدم نکلنا فدائے عشق حبیب ہونا
یہ کامیابی ہے عاشقی کی یہی تو ہے خوش نصیب ہونا
ادھر وہی طبع کی نزاکت اُدھر زمانہ کی آنکھ بدلی
بڑی مصیبت شریف کو ہے امیر ہو کر غریب ہونا
عطا ہوئی ہو اگر بصیرت تو ہے یہ حالت مقامِ حیرت
خدا سے اتنا بعید رہنا، خودی سے اتنا قریب ہونا
رسول اکرمؐ کی ہسٹری کو پڑھو تو اوّل سے تابہ آخر
وہ آپ ثابت کرے گی اپنا عظیم ہونا عجیب ہونا
جو دل پہ گذری کروں گذارش، بغیر پیچیدگی وسازش
فقیہ ہونے کی ہے نہ خواہش نہ چاہتا ہوں ادیب ہونا
رہِ طلب میں ہے بس مقدم شکستہ دل اور چشم پُرنم
نہیں مؤثر کچھ اس میں ہمدم امیر ہونا غریب ہونا
نظر کر انکی طرف ادب سے تو پھیر دیں تیرے دل کو سب سے
عجب نہیں عاشقان رب سے ظہور کارِ عجیب ہونا

اکبر الہ آبادیؔ

ہادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر

مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بہتر
ہادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر
ذی علم مصنف ہو رہے حامیٔ ملت
ارمان نہیں کوئی اس ارمان سے بہتر
انسان اگر معرفتِ حق سے ہو غافل
کیا شک بہائم ہیں انسان سے بہتر
مخلوقِ الٰہی میں عمل پر جو نظر کر
انسان سے بدتر ہے نہ انسان سے بہتر
ہر حال کیلئے ہے دل کے لئے حافظ وناصر
دولت کوئی ممکن نہیں ایمان سے بہتر
یہ ہے کہ جھکاتا ہے مخالف کی بھی گردن
سن لو کہ کوئی شئے نہیں احسان سے بہتر
سن لے جو توجہ سے بزرگوں کی نصیحت
پھر کانِ جواہر نہیں اس کان سے بہتر

درسِ قرآن

مستفاد از تفسیر تبیان القرآن

مولانا عمادالدین مظاہری ایم اے

سورۂ یٰسٓ

اَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡم o وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡم o لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِکَ الۡقَمَرَ وَ لَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ کُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡن o وَ اٰیَةٌ لَّهُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّیَّتَهُمۡ فِی الۡفُلۡکِ الۡمَشۡحُوۡن o وَخَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ مَا یَرۡکَبُوۡن o وَ اِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ فَلَا صَرِیۡخَ لَهُمۡ وَ لَا هُمۡ یُنۡقَذُوۡن o اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی حِیۡن o وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ مَا خَلۡفَکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡن o وَ مَا تَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ اٰیَةٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِیۡن o وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ ٭ۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡن o وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡن o مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ وَ هُمۡ یَخِصِّمُوۡن o فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤی اَهۡلِهِمۡ یَرۡجِعُوۡن o وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَاِذَا هُمۡ مِّنَ الۡاَجۡدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمۡ یَنۡسِلُوۡن o قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَا مَنۡۢ بَعَثَنَا مِنۡ مَّرۡقَدِنَا ٜ سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحۡمٰنُ وَ صَدَقَ الۡمُرۡسَلُوۡن o اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ جَمِیۡعٌ لَّدَیۡنَا مُحۡضَرُوۡن o فَالۡیَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡئًا وَّ لَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡن o اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰکِهُوۡن o هُمۡ وَ اَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِکِ مُتَّکِـُٔوۡن o لَهُمۡ فِیۡهَا فَاکِهَةٌ وَّ لَهُمۡ مَّا یَدَّعُوۡن o سَلٰمٌ ۟ قف قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡم o وَ امۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡن o

(سورۂ یٰسٓ: از آیت:۳۸ تا ۵۹)

سورج کے نکلنے ڈوبنے کا خدائی نظام

وَ الشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡم o اورسورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اس ذات کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست ہے بڑا علم والا ہے۔ (آیت:۳۸) سورج

کی چال اور اس کا راستہ مقرر ہے اسی پر وہ چلا جاتا ہے، ایک انچ یا ایک منٹ اس سے ادھر اُدھر نہیں ہوسکتا ہے، جس کام پر لگا دیا ہے ہر وقت اس میں مشغول ہے، کسی دم قرار نہیں۔ رات دن کی گردش اور سال بھر کے چکر میں جس جس ٹھکانہ پر اسے پہنچنا ہے پہنچتا ہے، پھر وہاں سے اللہ کے حکم سے نیا دور شروع کرتا ہے۔ قرب قیامت تک اسی طرح کرتا رہے گا، یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا جب اس کو حکم ہوگا کہ جدھر سے غروب ہوا ہے اُدھر سے الٹا واپس آئے، یہی وقت ہے جب توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ بات یہ ہے کہ سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کا یہ سب نظام اس زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے انتظام کو کوئی توڑ پھوڑ نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کی حکمت و دانائی پر حرف گیری کرسکتا ہے۔ (از فوائد عثمانی)

چاند میں اللہ تعالیٰ کی قدرت

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ اور چاند کہ ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو کر لوٹ آتا ہے۔ (آیت:۳۹) یعنی سورج کی طرح چاند ہمیشہ ایک ہی طرح نہیں رہتا بلکہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اس کی اٹھائیس منزلیں ہیں، روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے اور آخر میں ایک دو راتیں غائب رہ کر نیا دورہ شروع کرتا ہے تو اتنا پتلا، ٹیڑھا اور پیلا ہو جاتا ہے جیسے کھجور کی وہ ٹہنی جو پرانی ہو کر پتلی ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ط نہ تو سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے۔ (آیت:۴۰) یعنی سورج کی مجال یہ نہیں ہے کہ وہ رات میں جب کہ چاند نکلنے کا وقت ہے نکل آئے اور رات کو ہٹا کر دن بنا دے اور اسی طرح رات بھی دن کے ختم ہونے سے پہلے نہیں آسکتی۔

وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ اور سب ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔ (آیت:۴۰) یعنی چاند اور سورج دونوں اپنے دائرہ میں حساب کے مطابق اس طرح چل رہے ہیں جیسے تیر رہے ہیں اور حساب سے باہر نہیں جا سکتے کہ رات اور دن کے حساب میں گڑبڑی ہو جائے۔

فائدہ: ''فلک'' کے لفظی معنی آسمان کے نہیں ہیں بلکہ اس دائرہ کے ہیں جس میں سیارے گردش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تیسری نشانی

وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ

ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ (آیت:۴۱) اولاد کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرب کے لوگ اپنی جوان اولاد کو تجارت کے لئے سمندری سفر پر بھیجا کرتے تھے، تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہاں ''بھری ہوئی کشتی'' سے مراد نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ نوح علیہ السلام ہی نے اللہ کے سکھانے کے مطابق سب سے پہلے کشتی بنائی جس پر بیٹھ کر اہل ایمان طوفان نوح سے بچے جن سے بعد میں انسانی نسل چلی، پھر اسی کے نمونے پر کشتیوں کے بنانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے سواریاں پیدا کیں

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ٥ اور ہم نے ان کے لئے اس جیسی اور چیزیں بھی پیدا کیں جن پر یہ لوگ سواری کرتے ہیں۔ (آیت:۴۲) یعنی اونٹ وغیرہ ساری وہ سواریاں جو کشتی کی طرح انسانوں اور سامان تجارت کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہیں، اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے والی تمام سواریاں آگئیں جیسے ہوائی جہاز، پانی کا جہاز، موٹر اور ریل وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے سب کچھ

وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا يُنْقَذُوْنَ ٥ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ٥ اور ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو ان کا کوئی فریادرس ہو اور نہ ان کو بچایا جا سکے مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ایک معین وقت تک نفع اٹھانے کا موقع (دیا جارہا) ہے۔ (آیت:۴۳،۴۴) یعنی اگر ہم چاہیں تو یہ ان کشتیوں میں سفر نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو سمندر میں غرق کر دیں، پھر نہ ان کو کوئی غرق ہونے سے بچا سکے اور نہ موت سے بچا سکے مگر یہ ہماری مہربانی اور مصلحت ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کاروبار چلتا رہے اس لئے ان کو یہ مہلت دے رکھی ہے۔

کافر اپنی سنگدلی کی وجہ سے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتے

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے اور تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ ذرا پرواہ نہیں کرتے)۔ (آیت:۴۵) یعنی جب ان کو دنیا کے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے کہ اس سے بچنے کی فکر کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی فرمائے تو وہ اس نصیحت پر ذرا بھی کان نہیں دھرتے۔

وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ٥ اور ان کے پروردگار کی آیتوں

میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آتی جس سے یہ منہ موڑ لیتے ہوں۔(آیت:۴۶) یعنی یہ ایسے سنگدل ہو گئے ہیں کہ توحید و رسالت کی جو بھی نشانی آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے جو بھی حکم آتا ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ آیتوں سے مراد قرآن مجید کی آیتیں بھی ہیں جن کے ذریعہ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اور معجزات اور دوسری نشانیاں بھی ہیں۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات ہے

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُم اَنفِقُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰه لا قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَنُطْعِمُ مَن لَّو یَشَآءِ اللّٰه اَطْعَمَه صلی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْن o اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو خود کھانے کو دیدے، تم لوگ کھلی ہوئی غلطی میں پڑے ہوئے ہو۔(آیت:۴۷) یعنی ان کی عقل ایسی اندھی اور ان کی اخلاقی حس ایسی مردہ ہو چکی ہے کہ غریبوں مسکینوں پر خرچ کرنا جو ان کے نزدیک بھی اچھا کام ہے، جب کبھی مسلمان ان سے ہمدردی کے ناتے یہی بات کہتے ہیں کہ اللہ کے دئے ہوئے رزق میں سے کچھ غریبوں مسکینوں پر بھی خرچ کرو تو یہ نہایت بے شرمی سے مذاق اڑاتے ہوئے یہ جواب دیتے ہیں کہ جب اللہ میاں ہی نے ان کو کھانے کو نہیں دیا اور غریب بنایا ہے تو ہم انہیں دے کر اور کھلا کر کیوں اللہ میاں کے خلاف کریں، اگر اللہ ان کو دینا چاہتا تو خود ہی دیدیتا، تم لوگ کیسی غلطی میں مبتلا ہو کہ جس کو اللہ نہیں دینا چاہتا ہے تم اس کو دینا چاہتے ہو۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ بات اخلاقی گراوٹ کی انتہا ہے۔ امیری غریبی تو سراسر اللہ تعالیٰ کی حمت و مصلحت سے ہے، اور اس میں بیشمار حکمتیں ہیں۔ اگر سارے ہی لوگ امیر اور مالدار ہو جائیں تو دنیا میں ہمدردی، غمگساری وغیرہ اور بہت سے کار خیر کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

کافر قیامت کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں

وَ یَقُوْلُوْنَ مَتیٰ هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُم صٰدِقِیْن o اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔(آیت:۴۸) کافروں کا قیامت کے بارے میں یہ سوال قیامت آنے کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کے لئے نہیں تھا کہ اگر ان کو سن اور تاریخ بتا دی جاتی تو وہ اس کو مان لیتے بلکہ محض انکار اور مذاق اڑانے کے لئے تھا اور ان کا مطلب یہ تھا کہ قیامت وغیرہ کچھ نہ آئے گی تم لوگ بلاوجہ ڈھکوسلہ کرکے ہمیں

ڈراتے ہو۔

قیامت اچانک آجائے گی

مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً تَاْخُذُھُمْ وَھُمْ یَخِصِّمُوْنَ o فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّ لَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ o یہ لوگ بس ایک سخت چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو ایسی حالت میں آ پکڑے گی کہ یہ لڑ جھگڑ رہے ہوں گے پھر یہ نہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔ (آیت:۴۹، ۵۰)؂ یعنی قیامت کوئی پسنجر ٹرین نہیں ہے جو آہستہ آہستہ چلتے ہوئے چلی آ رہی ہے اور دوسرے لوگوں کو دکھائی دے رہی ہے، بلکہ وہ اچانک آ پکڑے گی، لوگ اطمینان سے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے، بازاروں میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، اپنی مجلسوں میں بیٹھے بات چیت اور بحث و مباحثہ کر رہے ہوں گے، کوئی خریدنے کے لئے کپڑے ہاتھ میں لئے ہوگا، کوئی جانوروں کو پانی پلانے کے لئے حوض بھرے گا اور ابھی پانی نہ پلانے پائے گا اور کوئی لقمہ اٹھا کر کھانے کے لئے منھ تک لے جانا چاہے گا کہ اتنے میں صور پھونک دیا جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی، اتنی فرصت بھی نہ ملے گی کہ کسی کو وصیت کرنا چاہیں تو کر دیں یا گھر سے باہر تھے تو گھر ہی واپس آ جائیں، بلکہ سب اسی حال میں مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔

ہمیں قبروں سے کس نے نکال لیا

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ o اور صور پھونکا جائے گا تو وہ سب یکا یک قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ (آیت:۵۱) یعنی جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو سب اپنی قبروں سے نکل کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدان حشر کی طرف جہاں حساب ہوگا تیزی سے چلیں گے اور یہ تیزی سے چلنا ان کی اپنی خوشی سے نہ ہوگا بلکہ فرشتے ان کو پکار کر لے جائیں گے۔

قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؐ سکتہ . کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو ہمارے خواب گاہ سے کس نے اٹھا دیا۔ (آیت:۵۲) ہوسکتا ہے کہ پہلے صور اور دوسرے صور کے درمیان ان پر نیند کی سی حالت طاری کر دی جائے اور شاید اسی وجہ سے یہاں قبر کو خواب گاہ کہا گیا۔ یا قیامت کے ہولناک منظر اور عذاب کے مقابلہ میں قبر والے عذاب کو ہلکا اور غنیمت سمجھیں گے اس لئے پکاریں گے کہ ہمیں قبروں سے کس نے نکال

لیاو ہیں پڑے رہتے تو اس سے اچھا ہوتا۔

اللہ کا وعدہ سچ ہے

هٰذا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْن ٥ (جواب ملے گا) یہی ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔(آیت:۵۲) یہ جواب فرشتے یا اہل ایمان ان کو دیں گے کہ یہ نیند سے جاگے نہیں ہو بلکہ موت کے بعد کی وہی دوسری زندگی اور قیامت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اس کے رسولوں نے اس کی سچی خبر سنائی تھی۔

اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن ٥ کچھ نہیں بس ایک سخت زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک یہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر کر دئے جائیں گے۔(آیت:۵۳) یعنی جس طرح پہلی بار صور پھونکنا ایک سخت آواز تھی اسی طرح یہ دوسری بار کا صور پھونکنا بھی سخت آواز ہی ہوگی اور پھر کوئی ایک شخص نہ تو وہاں سے بھاگ سکے گا اور نہ چھپ سکے گا۔

فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْن ٥ پھر اس دن کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تم کو صرف ان ہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔(آیت:۵۴) یعنی کسی کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی، بالکل ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا۔ یہ تو جہنمیوں کا حال ہوگا۔

جنت میں جنتیوں کے مزے ہوں گے

اِنَّ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ الْیَوْمَ فِی شُغُلٍ فٰکِهُوْن ٥ جنت والے اس دن یقیناً اپنے مشغلہ میں مگن ہوں گے۔(آیت:۵۵) جہنمیوں کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو بیان فرمانے کے بعد اب جنتیوں کا حال بیان فرمایا کہ وہ اہل جہنم کو پیش آنے والی پریشانیوں سے بالکل بے غم ہوں گے اور نہایت خوشدلی اور خوشحالی کے ساتھ اپنی تفریحات میں مشغول جنت کی نعمتوں کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔

هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِی ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوْن ٥ لَهُمْ فِیْهَا فَاکِهَۃٌ وَّ لَهُم مَّا یَدَّعُوْن ٥ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لئے وہاں میوے ہوں گے اور ان کو ہر وہ چیز ملے گی جو وہ مانگیں گے۔(آیت:۵۶،۵۷) یعنی اہل جنت کی بیویاں بھی ساتھ ہوں گی تاکہ لطف وخوشی اور عیش ومسرت دوبالا ہو جائے اور ہر قسم کے پھل میوے وغیرہ بھی موجود ہوں گے جن کا یہاں دنیا میں تصور

بھی نہیں کی جا سکتا اور پھران چیزوں اوران نعمتوں کے علاوہ جس چیز کی بھی خواہش ہوگی وہ سب ان کو وہاں بلا کسی محنت ومشقت کے ملے گی۔

جنتیوں کو پروردگار کی طرف سے سلام پیش کیا جائے گا

سَلٰمٌ قف قَوْلاً مِنْ رَبٍّ رَّحِيْم ٥ رحمت والے پروردگار کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا(آیت:۵۸)۔یعنی ان سب سے بڑھ کرعزت ونعمت ان کو یہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سلام بولا جائے گا،جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اہل جنت جنت میں اپنے عیش وعشرت میں ہوں گے کہ یکا یک ان پر ایک نور ظاہر ہوگا،وہ لوگ سر اٹھا کر دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ اللہ عزوجل کی تجلی ہے،اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا:''السلام علیکم یا اہل الجنۃ'' (اے اہل جنت تم پر سلام ہو)اس وقت تمام اہل جنت اس نور کو دیکھنے میں مشغول ہو جائیں گے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہ کریں گے یہاں تک کہ وہ نور ان سے چھپ جائے گا مگر اس کی برکتیں باقی رہ جائیں گی'' (تفسیر قرطبی تحقیق دکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی) ظاہر ہے کہ اس وقت اہل جنت کی عزت ولذت اور سرور ومسرت کا کیا ٹھکانہ ہوگا اللہم ارزقنا ہذہ النعمۃ العظمٰی بحرمۃ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم،آمین۔

وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْن ٥ اور(کافروں سے کہا جائے گا کہ)اے مجرمو،آج(مومنوں سے)الگ ہو جاؤ(آیت:۵۹)۔کیونکہ مومنوں کو جنت میں بھیجنا ہے اور تم کو دوزخ میں ڈالنا ہے۔

❁

موعظۂ حسنہ

موجودہ زمانہ میں قرآن کریم، صاحب قرآن اور اہل قرآن کی اہمیت وضرورت

(۱)

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

یہ مضمون حضرت والا کا ایک بیان ہے جو مسجد ابو ہریرہؓ (اسٹیشن والی مسجد) مؤآئمہ میں بتاریخ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲ر دسمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب بتقریب ''تکمیل درس قرآن از تفسیر تبیان القرآن'' از مفتی عبد الباسط صاحب قاسمی منعقد ہوا تھا، اس بیان میں کثیر تعداد میں عوام و خواص موجود تھے۔ ادارہ افادۂ عام کیلئے وائس رکارڈنگ سے نقل کرکے نیز آیات واحادیث کی تخریج اور ذیلی عنوانات قائم کر کے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ با للہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا ومو لانا و شفیعنا و حبیبنا و نبینا محمداً صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علی أصحابہ و ازواجہ و عترتہ اجمعین وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً، اما بعد فاعوذ با للّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِیَدَّبَّرُوا اٰیَاتِہٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُو لُوا الْاَلْبَاب ○ صدق اللّٰہ العظیم وبلغ رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشاکرین .

حضرات سامعین، علمائے کرام،طلبائے عزیز اور برادران اسلام،جس مناسبت سے یہاں پر ہم لوگ اس وقت اکٹھے ہوئے ہیں، یہ ایسا موقع ہے اور ایسی مناسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خاص مہینے کا، خاص دن کا، خاص تاریخ اور خاص شخصیت کا انتخاب فرمایا،قرآن مجید کے نازل ہونے کی ابتداء کی یہ خاص تاریخ ہے،اس میں مہینے وتاریخ سب شامل ہیں، یہ سب تفصیل تو میں نہیں بیان کروں گا اس لئے کہ وقت کم ہے، اور ایک خاص شخصیت کو منتخب فرمایا، وہ خاص شخصیت ایسی کہ ساری مخلوقات میں سب سے افضل، سب سے اشرف اور سب سے بہتر انسان ہیں،آپ جانتے ہیں،مشہور جملہ ہے لوگوں کا، انسان اشرف المخلوقات ہے اور پھر انسانوں میں بھی ، اللہ کے نیک بندے ، یہ برگزیدہ بندے ہوئے ہیں ''سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ''(سورۂ نمل:۵۹)قرآن مجید کی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر سلامتی جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا،منتخب کرلیا، پھر اس انسانی گروہ میں سے منتخب گروہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک انتخاب اور کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب ایک اعلیٰ انتخاب ہے

جیسے ایک انتخاب یہ ہوتا ہے کہ فرسٹ ڈویژن پاس ہوگیا، پھر فرسٹ ڈویژن تو بہت سے لوگ پاس ہوئے ،اس میں بھی پھر انتخاب ہوتا ہے کہ اس کالج میں کس نے سب سے زیادہ نمبر حاصل کیا، کالج میں کس نے ٹاپ کیا؟ پھر پورے صوبے کو دیکھا جاتا ہے کہ کس نے ٹاپ کیا، پھر آل انڈیا کس نے ٹاپ کیا،اس میں سے چنا جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے سارے انسان میں،سارے بنی آدم میں حتیٰ کہ آدم بھی اس میں شامل ہیں، باپ بھی شامل ہیں بیٹوں کے ساتھ ساتھ،ان میں سے ایک ہستی اور ایک شخصیت کو منتخب فرمایا اور اس انتخاب کو طرح طرح سے بیان فرمایا۔

''عن واثله بن اسقع رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الله اصطفى كنانة من ولد اسماعيل ، و اصطفى قر يشاً من كنانة ، وا صطفى بني هاشم من قر يش ، واصطفاني من بني ها شم ، فأنا سيد ولد آدم و لا فخر ، و أول من تنشق عنه الارض ، و أول شافع ، و أول مشفع''(مسلم،کتاب الفضائل،باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم.....: ۵۹۳۸(۲۲۷۶))مشکاۃ المصابیح،باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم:۵۶۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو منتخب فرمایا، پھر قریش میں بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، بنی ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔

اس منتخب گروہ میں جو گروہ انبیاء و رسل ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک شخصیت کو ایسا منتخب فرمایا کہ خود اپنے لئے رب العالمین کے لقب سے اپنی صفت بیان فرمائی: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْن '' یہ قرآن مجید کی پہلی آیت ہے یا امام شافعیؒ کے قول کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پہلی آیت تسلیم کر لیجئے تو یہ دوسری آیت ہو جائے گی۔

پرورش کرنا کس کو کہتے ہیں؟

رب العالمین، رب کے معنی پرورش کرنے والا، تربیت کرنے والا، پالنے والا۔اور پرورش کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی پرورش کر رہا ہے اس کو جس چیز کی جس وقت جتنی ضرورت ہو وہ چیز اتنی ہی اسی وقت اس تک پہنچائے، یہ ہے پرورش کا مطلب، پرورش کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ماں یہاں ہے اور باپ سعودی عرب میں ہے، باپ نے وہاں سے پیسہ بھیجا کہ بچے کی پرورش کرو، تو یہ پیسہ بھیج کر اس نے بچے کی پرورش میں تعاون کیا ہے، مدد کیا ہے، پرورش نہیں کیا ہے۔ ماں اگر عقلمند ہے، سمجھدار ہے، بدھو نہیں ہے، اور آج کل بدھو کہاں ہے؟ وہ دیکھے گی کہ بچے کو کب دودھ پلانا ہے؟ کتنا پلانا ہے؟ کب دودھ چھڑانے کے لائق ہو جائے گا؟ کب یہ کھیر کھانے کے لائق ہو جائے گا؟ کب روٹی کھانے کے لائق ہو جائے گا؟ جب وہ اس لائق ہو جائے گا تو وہ اس کو دے گی، یہ نہیں کہ روٹی کھانے کے لائق نہیں ہوا اور روٹی کھلانے لگے، اور روٹی کھانے کے لائق ہوا تو دودھ پلانے لگے، دونوں صورت پرورش کے خلاف ہوگی، اور صحت اس کی خراب ہو جائے گی یہ ہے پرورش کا مفہوم۔ دیدینا یہ پرورش نہیں ہے بلکہ حسب ضرورت، حسب موقع اس کو صرف کرنا ہوگا۔

سب کو صحیح وقت پر غذا دینی والی ذات صرف ایک ہے

اب بچہ ہے، اس کو بخار ہو گیا اس کو دوا کی ضرورت ہے، کون سی دوا دی جائے، کتنی مقدار میں دی جائے، کتنے وقفے سے دی جائے، یہ ہے پرورش کا مفہوم۔ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ ہاتھی سے بھی بڑے جانور، اور سمندر میں تو ہاتھی سے بھی بڑے بڑے جانور ہیں، کئی مچھلیاں ایسی ہیں جس میں کئی کئی ہاتھیاں

سما جائیں تو اس جیسے جانوروں کی ضرورت بھی اللہ تعالیٰ پوری فرماتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کے اندر اور تمام جانوروں کے اندر یہ صفت رکھی ہے کہ وہ اپنا علاج اور اپنی دوا خود چن لیتے ہیں، چیونٹی جیسی چھوٹی سی چیز، کہاں ہاتھی اور کہاں چیونٹی؟ بلکہ چیونٹی سے بھی چھوٹی چھوٹی جاندار چیزیں ہیں جو ہم کو چشمے سے بھی نظر نہیں آتی ہیں، بعض دوربین اور خوردبین سے نظر آتی ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوں کہ انسانوں کی پہنچ ابھی تک وہاں نہ ہوئی ہو، آپ دیکھتے نہیں کہ نیا نیا وائرس پھیل رہا ہے، لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتا ہے، یہ سب جاندار چیزیں بغیر کھائے پیے زندہ نہیں ہیں؟ ان کی بھی تو غذا ہے؟

اللہ رب العالمین ہے

اللہ تعالیٰ سب کو غذا فراہم کر رہا ہے، سب کی ضرورت پوری فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب العالمین نہیں ہے، کوئی کتنا ہی انتظام کرے، دیکھتے نہیں کہ راشن کارڈ بن رہا ہے، غریبوں اور محتاجوں تک حاجت کی چیزیں پہنچائی جا رہی ہیں، کھانے کی پیکٹ بانٹتے رہتے ہیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ بعض دفعہ لوگ نہیں پاتے، محروم رہ جاتے ہیں، بعض کئی کئی پیکٹ رکھ لیتے ہیں اور بعض کو کچھ نہیں ملتا ہے، یہ نظم ونسق کی خرابی ہے، انسان کے اندر اس کے انتظام کرنے کی صلاحیت، استعداد اور طاقت نہیں ہے کہ وہ ضرورتمندوں کی تحقیق کر کے ان تک پہنچا جا سکے، وہ تو اپنی قدرت اور استطاعت کے مطابق کر سکتا ہے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کی شان ہے، وہ ہر اس شخص کو جس کی تربیت کرنی ہے اس کو بھی جانتا ہے اور بر وقت اس کی حاجت کو بھی جانتا ہے اور اس کی حاجت کی چیز فراہم کرنے پر بھی قادر ہے، اس تک پہنچانے پر بھی قادر ہے، یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات۔

اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق اشرف المخلوقات بنائی ہے، اس میں اپنی بہت سی صفات رکھی ہیں، انسان اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا مظہر ہے جیسے رحم، اللہ تعالیٰ رحیم ہے تو انسان کے اندر رحم کا مادہ اسی سے نکل کر آیا ہے، اللہ تعالیٰ قہار ہے تو انسان کے اندر غصے کا مادہ ہے۔

رحمۃ اللعالمین صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں ایک ایسی ہستی پیدا فرمائی جس کو ''رحمۃ للعالمین'' کا لقب عنایت فرمایا، رب تو کوئی ہو نہیں سکتا، معبود تو کوئی ہو نہیں سکتا نہیں، یہ تو اسی کی شان ہے جو قابل پرستش ہو سکتا ہو،

لیکن وہ رحیم ہے، جس کو چاہے جتنا چاہے رحم کا مادہ دے سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کس کو بنایا؟ صرف اور صرف اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنایا، اور کسی کو نہیں بنایا۔ یہ کسی کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے، اپنی اپنی جگہ سب کامل اور مکمل، اپنی اپنی جگہ سب قابل احترام اور قابل اعزاز ہیں، لیکن رحمۃ اللعالمین صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور خود ہی ارشاد فرمایا:

''**وَمَاارْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِلْعَالَمِیْن** ''(سورۂ انبیاء:۱۰۷) ہم نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا کہ:

''**عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال :''يا ايها الناس انما أنا رحمة مهداة** ''(میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہوں جو ہدیہ میں بھیجا گیا ہوں، تحفہ میں بھیجا گیا ہوں۔(العلل الکبیر لامام البخاری:۳۶۹۔مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرات میں نے اتنی بات اس لئے کہی تا کہ میں آپ کو یہ بتلاؤں کہ قرآ کریم کی ایک عظمت ہے، شان ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو اتارنے کے لئے ایسے مہینے کا انتخاب فرمایا جو سب مہینوں کا سردار ہے، جس کی عبادتیں اور صرف اسی ماہ کی عبادت جس کا نام روزہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، حدیث قدسی ہے:

روزہ کی جزا بے انتہا ہے اسلئے اس کی جزا بھی بے انتہا ذات ہی دے گی

''**عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : يقول الله تعالیٰ : ''الصوم لی، وانا اجزی به** ''(بخاری، کتاب التوحید، باب۳۵۔:۷۴۹۲) روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جتنی بھی نیکیاں ہیں اس کا اجر و جزا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دلوائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اجر کی تقسیم کا ایک نظام بنایا ہے، جس طرح روزی روٹی کا ایک نظام بنایا ہے، اسی طرح نیکیوں کی جزا اور اور اس کا بدلہ فرشتوں سے دلوائیں گے لیکن روزے کے لئے فرمایا کہ:

''الصوم لی و انا اجزی به'' روزہ میرے لئے ہےاور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔فرشتوں کے ذریعہ اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی جزا بے انتہا ہے، بے نہایت ہے، اور بے نہایت شان صرف اللہ تعالی کی ہے۔فرشتے کتنے بھی ہوں بہرحال ان کی ایک انتہا ہے اور ایک انتہا والا بے انتہا کی جزا نہیں دے سکتا ہے، جو ذات بے انتہا ہوگی وہی بے انتہا کی جزا بھی دے سکے گا اور اللہ تعالیٰ بے انتہا ہے اس لئے روزے کی جزا خود اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

قرآن کی عظمت کا حال

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو نازل فرمانے کیلئے ایسے مہینے کا انتخاب فرمایا اور جس پر نازل فرمایا اس کی شخصیت ایسی بنائی تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کلام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْ آنَ عَلٰى جَبَل لَّرَأَيْتَه خَا شِعاً مُّتَصَدِّعاً مِنْ خَشْيَةِ اللّٰه ''(سورۃ: ۲۱)اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ پھٹا پڑ رہا ہے اللہ کی عظمت وخوف سے۔قرآن کی عظمت کو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں بیان فرمایا ہے اور ہمارا حال کیا ہے؟

آپ نے جان لیا اس کے نزول کے بارے میں، اور جس شخصیت پر نازل ہوئی اس کے بارے میں بھی سن لیا، اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو اس قرآن کو اکٹھا نازل فرمادیتے جیسے کہ کچھ کتابیں اکٹھی نازل ہوئیں، چنانچہ یہود ونصاری نے کہا کہ جیسے ہماری کتاب ایک ساتھ نازل ہوئی ایسے ہی قرآن بھی نازل ہو جاتا؟ تھوڑا تھوڑا کیوں نازل ہوا؟ علماء نے اس کے بہت سے جواب دئے ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں اس کا جواب دیا ہے، لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اکٹھا نازل فرمادیا اور وہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا حسب موقع نازل ہوتا رہا، جب ضرورت ہوئی، کوئی حادثہ یا کوئی واقعہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کی آیت نازل فرمادی، انہیں حالات پر آیت نازل ہوگئی تو سوچئے کیسا سکون ملتا رہا ہوگا؟

قرآن کریم کے نزول کی کیفیت

میں ایک بات اور عرض کر رہا ہوں جو اسی وقت میرے ذہن میں آئی ہے، صحابہ کرام رضون اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین نزول قرآن کریم کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"...و قال زيد بن ثابت : أنزل الله على رسوله صلى الله عليه وسلم و فخذه على فخذي ، فثقلت على حتى خفت أن ترُضّ فخذي" (بخاری،کتاب الصلاۃ،باب مایذکر فی الفخذ)

صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کبھی پیر مبارک لگا ہوتا تو ایسا لگتا تھا کہ میری ران پھٹ جائے گی، ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی، ٹوٹ جائیں گی۔ اور کبھی اونٹ پر سفر فرما رہے ہوتے اور وحی کا نزول شروع ہو جاتا تھا تو اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھی جاتی تھی، یہ ایک آیت اور دو آیت آدھی سورت کے نازل ہونے کے وقت ہوتا تھا تو پورا قرآن اگر اکٹھا نازل ہوتا تو کیا صورت پیش آتی؟ جہاں بہت سی مصلحتیں وہیں پر ایک مصلحت اس کو بھی دیکھ لیجئے۔

یہ ساری باتیں اس لئے کہی جا رہی ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات بیٹھ سکے کہ قرآن کریم کیسی عظیم کتاب ہے؟ لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ میں کیا بتاؤں میرا سابقہ ان لوگوں سے پڑتا رہتا ہے جو لوگ مولویوں کو خاطر میں نہیں لاتے، اللہ و رسول کو بھی بڑی مشکل سے مانتے ہیں، جو اپنے کو بڑا دانشور اور انٹلکچول سمجھتے ہیں لیکن جب ان کے یہاں آسیب اور بھوت کا حملہ ہو جاتا ہے تو وہ لوگ بھی مولویوں ہی کے یہاں بھاگتے ہیں، وہاں ان کی ساری ہیکڑی ختم ہو جاتی ہے۔

سورہ بقرہ سے سحر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں

احادیث شریفہ میں آتا ہے اور تجربات بھی ہیں کہ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جائے وہاں سے سحر کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور بدنصیبی ہے اور اہل باطل اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ قرطبی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ اہل باطل سے مراد جادوگر ہیں، مراد یہ ہے کہ اس سورہ کے پڑھنے والے پر کسی کا جادو نہ چلے گا۔ (قرطبی از مسلم براویت ابوامامہ باہلی)) اس کے علاوہ بہت سی آیات کے بارے میں بھی آیا ہوا ہے اور اس کے تجربات ہیں۔

قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسانی بھوت بھاگ جائیں گے

قرآن مجید کی تلاوت سے اور ایسے کی تلاوت سے جو اس کا ترجمہ بھی نہیں جانتا ہے بھوت آسیب

بھاگ جاتا ہے اور اثرات ختم ہو جاتے ہیں، جس کو آپ دیکھ نہیں سکتے ہیں وہ تو قرآن کی تلاوت سے بھاگ جائے۔ اگر ہم قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے لگیں اور اس کو اپنی زندگی میں اتارلیں تو یہ جو انسانی آسیب اور بھوت ہیں کیوں نہ بھاگیں گے؟ یہ شیطان الانس جو ہم کو لگ گئے ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ اگر ہم قرآن کریم کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اتارلیں تو یہ شیطان الانس جن کے نرغے میں پوری ملت اسلامیہ اور پوری دنیا گھری ہوئی ہے یہ نہ صرف بھاگ جائیں گے بلکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جائیں اور آپ کے غلام بن جائیں۔ لیکن ہوا کیا؟

ہندوستان میں سب سے پہلا ترجمہ قرآن

ابھی آپ نے مفتی صاحب سے سنا کہ ہندوستان میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا، اس زمانہ میں فارسی کا رواج تھا، پڑھے لکھے لوگ فارسی ہی میں خط وکتابت کرتے تھے، دفاتر میں سارے کام کاج فارسی زبان میں ہوتے تھے، مشہور قول کے مطابق جب شاہ صاحب نے پہلا ترجمہ فارسی میں کیا تو آپ جانتے ہیں کیا ہوا؟ غیروں نے نہیں، قرآن کے دشمنوں نے نہیں، اعدائے اسلام نے نہیں، بلکہ قرآن کریم کے ماننے والوں نے، قرآن کے محبین نے، عاشقین نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ کیا اور کہا کہ آپ یہاں پبلک میں قرآن پھیلانا چاہتے ہیں؟ گویا کہ انھوں نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔

علماء، مشائخ کو رب العالمین کا کلام سنانا چاہئے

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ترجمہ پر ایک مقدمہ بھی لکھا اور بڑا زوردار لکھا اور اس میں لکھا کہ میں نے ترجمہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ یعنی اس زمانہ کے علماء مشائخ، دینی کام کرنے والے، دینی مزاج رکھنے والے لوگ جو بزرگوں کے قصے کہانیاں سنایا کرتے ہیں اور دوسروں کے ملفوظات سنایا کرتے ہیں جبکہ رب العالمین کا کلام موجود ہے اور اس میں تو قصہ کہانیاں بھی موجود ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ رب العالمین کے کلام کو سنایا جائے نہ کہ مخلوق کے کلام کو۔

مخلوق کا کلام خدا کے کلام کو سمجھنے میں مددگار ہوسکتا ہے لیکن...

قرآن کریم کی کسی آیت کی تشریح وتوضیح کے لئے اور کسی مضمون کی وضاحت کے لئے مخلوق کا کلام

اگر بیان کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات مفید ہے۔لیکن اسی کو اصل بنا دیا جائے اور جو اصل ہے اس کو بالکل ترک کر دیا جائے، اس کو چھوڑ دیا جائے یہ نہ صرف گمراہی ہے بلکہ یہ اپنے آپ کو تنزلی کے گڈھے میں گرانا ہے۔

شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کا اردو ترجمہ

چنانچہ شاہ صاحب نے جب یہ قدم اٹھایا تو ان کو کتنا مقابلہ کرنا پڑا؟ اتنا مقابلہ کرنا پڑا کہ ان پر قاتلانہ حملے کئے گئے، اور پھر آپ نے سنا کہ ان کے دو گرامی مرتبت صاحبزادگان نے اس زمانے میں اردو میں ترجمے کئے، اس زمانہ میں ابھی اردو چلنا سیکھ رہی تھی جیسے بچے چلنا سیکھتے ہیں، چلتے ہیں گرتے ہیں پھر اٹھتے ہیں پھر چلتے ہیں پھر گرتے ہیں پھر اٹھتے ہیں، اسی طرح اردو بھی چلنا سیکھ رہی تھی۔اس زمانے کی اردو کیسی تھی؟ آج بھی شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمے ملتے ہیں اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ اب اس کو سمجھنا مشکل ہے لیکن اس وقت ایسی اردو کو لوگ سمجھا کرتے تھے۔

دیوبند کا پہلا طالب علم بعد میں شیخ الہند بنا

زمانہ آگے بڑھتا رہا اور ہندوستان میں پوری طرح سے انگریزوں کی حکمرانی ہوگئی اور پورا تسلط ہو گیا اور جن کے ہاتھ سے حکومت گئی تھی انھوں نے اس کے لئے سب سے پہلے جدوجہد کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ وقت گذرتا گیا، گذرتا گیا اور ایک وقت وہ آیا کہ دارالعلوم دیوبند کے جو پہلے طالب علم تھے وہ بعد میں شیخ الہند ہوئے۔انھوں نے اس تحریک میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کی تحریک میں جانبازی کے ساتھ حصہ لیا اور ان کو انگریزوں نے مالٹا کے جیل میں لے جا کر قید بنا دیا تھا۔وہاں پر انھوں نے وہ ظلم وستم سہے جس کو آپ تاریخ میں پڑھئے گا۔

مسلمانوں کو تنزلی سے نکالنے کی حضرت شیخ الہند کی دو ہدایات

حضرت شیخ الہند بہت موٹے تازے آدمی نہیں تھے، بہت چھوسا نحیف جثہ تھا، پتلے دبلے آدمی تھے لیکن انھوں نے ان کے ظلم وستم کو ایسے برداشت کیا جیسے کوئی چٹان برداشت کرے، وہیں پر آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، وہاں سے جب آپ دیوبند تشریف لائے تو اس وقت کے جو بڑے بڑے علماء تھے اکثر حضرت کے شاگرد تھے، اس مجمع خاص میں آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے اس عرصہ میں دو چیزیں محسوس کی

ہیں کہ اگر وہ مسلمانوں میں رائج ہو جائیں تو مسلمان اس تنزلی اور زوال کی حالت سے نکل سکتے ہیں۔ایک یہ کہ قرآن کو لفظاً و معناً عام کیا جائے۔

لفظاً کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی صحیح ادائیگی کے ساتھ گھر گھر تلاوت ہو، اور معناً کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے اور پڑھایا جائے اور مسلمانوں میں اس کو بیان کیا جائے۔

اور دوسری بات یہ بتلائی کہ مسلمانوں میں ہر ممکن اتفاق واتحاد پیدا کیا جائے، کوئی اختلاف ہو اس کو آپس میں بیٹھ کر حل کر لینا چاہئے۔ یہ دو چیزیں میں وہاں سے سمجھ کر آیا ہوں۔

یہ باتیں انھوں نے اپنے شاگردوں سے جو اس وقت کے اکابر علماء میں سے تھے بیان کیں، چنانچہ یہ سلسلہ دیوبند سے شروع بھی ہوا اور چلتا چلا تا رہا لیکن جیسا کہ ہمارا حال ہے کچھ دنوں چل چلا کر باتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کی جگہ دوسری چیزیں لے لیتی ہیں۔ ہماری جماعت اہل حق کے جو سرخیل ہیں، یہ ان کا تجربہ یا ان کا مشورہ کہہ لیجئے کہ ان کی مجاہدانہ زندگی کا حاصل یہ تھا جو انھوں نے بیان کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے خود عمل کرتے تھے اور امتیوں سے زیادہ کرتے تھے

اب ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر آپ یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایسے اکٹھا نہیں نازل فرمایا اور یہ نہیں کیا کہ صرف کتاب نازل کر دی ہو بلکہ یہ کیا کہ کتاب اتاری اور کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کو بھی بھیجا اور صاحب کتاب کو اس شان سے بھیجا کہ انھوں نے اس کتاب پر حرف بہ حرف عمل کر کے اس امت کو دکھلا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے، یہ کوئی لیڈر نہیں ہیں، کوئی ریفارمر نہیں ہیں، کوئی مصلح نہیں ہیں یا آج کی اصطلاح میں کوئی قائد نہیں ہیں کہ تقریریں تو خوب ہوتی ہیں اسٹیجوں پر لیکن عمل ندارد۔ یہاں معاملہ کیا ہے کہ قرآن نازل ہوا تو اس پر پہلے خود عمل کیا اور امت سے زیادہ اس پر عمل کیا۔

قرآن میں تو صرف حکم آیا ''اَقِیْمُوا الصَّلاۃ'' کہ نماز قائم کرو، نماز کس طرح قائم کی جائے؟ نماز قائم کرنے کا مفہوم کیا ہے؟ اس کو رسول اللہ فداہ ابی وامی علیہ الصلاۃ والسلام نے عمل کر کے دکھایا۔ اور کس طرح عمل کر کے دکھایا؟ امت کو تو یہ فرمایا کہ تم پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اور خود اپنے لئے دوسرا عمل تھا کہ

سات آٹھ وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے حتی کہ بعض علماء کے نزدیک تہجد کی نماز آپ کے حق میں فرض تھی۔ تہجد آپ پڑھتے تھے، اشراق آپ پڑھتے تھے، چاشت آپ پڑھتے تھے، اوابین آپ پڑھتے تھے، دوسرے نوافل الگ سے پڑھتے تھے، آپ کا فرمان ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ کتنا پڑھتے تھے؟ اتنا پڑھتے تھے کہ ''**حتی تورمت قدماہ**''

''**عن عائشة رضی اللہ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ ،فقالت عائشة :لم تصنع ھذا یا رسول اللہ ،وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ماتأخر ؟قال : أفلا أحب أن أکون عبداً شکوراً ...** ''(بخاری، کتاب التفسیر: ۴۸۳۷)ایک روایت میں ''تورم'' آیا ہے۔

آپ کے پائے مبارک میں سوجن آ گئی، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مقام عصمت عطا فرمائی ہے آپ کیوں اتنی محنت کرتے ہیں؟ ارشاد ہوا تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عدل واجب نہیں تھا
پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل کر کے امتیوں کو نمونہ پیش کیا

قرآن کریم میں زکوۃ دینے کا حکم آیا اگر چہ میرے علم میں آپ کے اوپر زکوۃ فرض ہی نہیں ہوئی اور فرض کیسے ہوتی اس لئے کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا وہ رات گذار ہی نہیں پاتا تھا، سونے کے ڈھیر لگ جائیں، دینار و درہم کی بوریاں آجائیں، آپ کے یہاں رات کبھی نہیں گذرتی تھی تو زکوۃ کیسے فرض ہوتی؟ امت کو یہ بتایا کہ ڈھائی فیصد دیدو اور آپ نے یہ کیا کہ جو کچھ بھی آیا سب تقسیم کر کے ختم ہو گیا۔ امت کو یہ حکم دیا کہ سال بھر میں صرف ایک ماہ کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا اور خود اپنا عمل یہ تھا کہ مہینے میں تین دن تو گویا لازم ہی تھا، ایام بیض کے روزے تو رکھا ہی کرتے تھے اس سے زیادہ کتنے روزے رکھتے تھے۔ پھر جہاد مسلسل آپ نے کیا، اور دوسری ضروریات تھیں اس کو آپ سیرت کی کتابوں میں دیکھ لیجئے کہ کس طرح معاشرتی زندگی کا یہ معاملہ تھا کہ آپ کی کئی بیویاں تھیں، اور آپ ایک سے زائد دو بیویاں اگر رکھیں تو دونوں میں عدل واجب ہے یعنی دونوں کے ساتھ انصاف کرو ''وَاِنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ''(سورۂ نساء:۳) اور اگر انصاف نہ کر سکو تو ایک ہی پر

اکتفا کئے رہو۔

حضرت تھانویؒ کے یہاں دو بیویوں میں عدل کی مثال

انصاف جانتے ہیں کس کو کہتے ہیں؟ انصاف اسے کہتے ہیں کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی اولاد نہیں تھی، خاندان کی عورتوں نے مل ملا کر حضرت کی ایک اور شادی کرادی کہ شاید کوئی اولاد ہو جائے اگر چہ آپ کی رائے نہیں تھی، لیکن بعض اوقات خاندان وغیرہ کا ایسا زور پڑتا ہے کہ آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔ اولاد نہیں ہونی تھی نہیں ہوئی، دو بیویاں ایک ساتھ رہیں۔ ایک شخص ایک دن دو تربوز ہدیہ میں دینے کے لئے لایا، حضرت کے ہاں ہدیہ کے بڑے شرائط تھے، اس کو معلوم تھا کہ حضرت کی دو بیویاں ہیں اور دونوں کو برابر دینا ہے تو اس نے دو تربوز ایک ہی سائز کے لئے جب حضرت کی دو شادی ہوگئی تو اپنے کمرے میں ایک ترازو رکھ لی تھی حضرت نے دونوں تربوزوں کو آدھا آدھا کٹوایا، آدھا اُس کا اور آدھا اِس کا پلڑے میں رکھا اور دونوں کے گھروں میں بھجوادیا۔ اس نے کہا حضرت، میں تول کر لایا تھا، دونوں برابر تھے ایسا کیوں کیا آپ نے؟ حضرت نے فرمایا: تم تول کر لائے تھے، وزن میں تو دونوں برابر تھے لیکن پتہ نہیں مزہ میں دونوں برابر تھے کہ نہیں، مزہ تو دونوں کا الگ الگ ہوسکتا تھا، اس میں ناانصافی ہوسکتی تھی اس لئے میں نے ایسا کیا۔ یہ میں نے عدل کا ایک واقعہ سنایا، آپ بتایئے آسان ہے ایسا عدل کرنا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں امت کے لئے فرمائیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ساتھ نو بیویاں تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے عدل لازم نہیں کیا تھا جیسے امت کو ایک ساتھ چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل کرنے حکم نہیں تھا اور امت کو عدل کرنے کا حکم تھا، آپ نے جو نو شادیاں کی تھیں وہ امت کے لئے کی تھیں، کہیں آپ نے اس لئے شادی کی کہ اس قبیلہ میں شادی کرنے کی وجہ سے پورا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا، عربوں کے قبائلی نظام کی خصوصیت تھی کہ اگر کسی کا نکاح ہو گیا تو اس کو اپنا رشتہ دار مانتے تھے، پھر اس کے ساتھ دشمنی نہیں کرتے تھے، یہ تو اب ہو گیا ہے کہ ایک بھائی کا داماد دوسرے بھائی کو پسند نہیں، دوسرے بھائی کی بہو دوسرے بھائی کو پسند نہیں۔

میں اپنے بچپن کا حال بتا تا ہوں اور جو لوگ میرے عمر کے یہاں بیٹھے ہوں گے وہ جانتے ہوں گے کہ اگر گاؤں کا کوئی داماد آجائے تو مسلم اور غیر مسلم سب اس کو اپنا داماد اور بہنوئی ہی سمجھتے تھے اور اسی طرح کا اس سے معاملہ کرتے تھے، یہ ماحول تھا۔ چنانچہ کئی مواقع پر ایسا ہوا کہ آپ نے نکاح فرمایا تو جن کے جن کے حصہ میں باندیاں اور غلام آئے تھے ان سب لوگوں نے آزاد کر دیا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں اسی طرح کی بہت سی مصلحتوں سے تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی طرح عورتوں کے بھی نبی تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مردوں کے پیغمبر تھے اسی طرح عورتوں کے بھی پیغمبر تھے۔ عورتوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیسے پہنچتی؟ ایک عورت تو ناکافی تھیں؟ صحابہ کرام لاکھ سے زائد تھے جنھوں نے آپ کو سفر وحضر میں دیکھا، سنا، مسجد میں بھی اور میدان جہاد میں بھی۔ لیکن عورتوں کو یہ ساری باتیں کیسی پہنچتیں؟ اس لئے ضرورت تھی کہ ایک معتد بہ تعداد ہو اس کام کے لئے، اس لئے آپؐ نے یہ شادیاں فرمائیں اور ان میں جو دقتیں اور جو پریشانیاں ہوئیں اس کو برداشت فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر عدل واجب نہیں کیا تھا لیکن اس کے باوجود آپ عدل کا اس قدر لحاظ فرماتے تھے کہ آخری مرض میں جبکہ آپ کو سخت تکلیف تھی آپ باری پر تشریف لے جاتے تھے، حتی کہ امہات المومنین جو مزاج شناس رسول تھیں انھوں نے یہ کہا کہ آپ کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ کا رجحان یہ تھا کہ آپ حجرۂ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ میں رہیں تو سب نے کہہ دیا کہ آپ وہیں تشریف رکھیں۔

اسلام کی اصل جگمگاہٹ معاملات اور معاشرت میں نظر آئے گی

یہ آپ کا معاشرتی زندگی کا معاملہ ہے، اسلام کی تعلیمات صرف عبادات تک میں منحصر نہیں ہیں، اسلام کی اصل تعلیم کی جگمگاہٹ، اس کی اصل روشنی، اس کا اصل نور آپ کو معاملات اور معاشرت میں نظر آئے گا۔ عبادات سے تو کبھی کبھی نفس پھولنے لگتا ہے اور آدمی اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے، جہاں دو چار دن تہجد، اشراق پڑھا تو خود بخود یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہم بھی کچھ ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر ماں کے ساتھ ماں والا سلوک کیا، بیوی کے ساتھ بیوی والا سلوک کیا، بہن کے ساتھ بہن والا سلوک کیا اور

اس کا جتنا حق ہے اتنا اس کو دیدیا تو لوگ اس کو اچھا آدمی تو سمجھتے ہیں لیکن بزرگ کوئی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ یہ اس سے بڑا بزرگ ہے اس لئے کہ نماز پڑھتے ہیں تو نفس پھولتا ہے اور یہ معاملات کرتے ہیں تو نفس کو بچھو کے لگتے ہیں۔

لوگوں کا دین معاملات، معاشرت سے ناپا جائے گا

اصل اسلام کی روشنی دیکھنی ہے تو معاملات اور معاشرت کو جا کر دیکھو وہاں پتہ چلتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص گواہی دینے کے لئے آیا جب کوئی گواہی دینے کے لئے آئے اور اس کے حالات معلوم نہ ہوں تو اس کی تعدیل کی جاتی ہے، یہاں بھی یہ قانون ہے کہ عدالت اس سے پوچھتی ہے کہ یہ سزا یافتہ تو نہیں ہے، ایسے کی گواہی یہاں بھی نہیں مانی جاتی ہے، اس کا نام تعدیل ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ کوئی تعدیل کرنے والا ہے؟ تو ایک صاحب نے کہا کہ ہاں، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے، حضرت عمر نے کہا کہ کیا آپ نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے؟ لین دین کیا ہے؟ اس کے ساتھ سفر وغیرہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، لین دین بھی نہیں کیا ہے، سفر بھی نہیں کیا ہے، لیکن یہ جانتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ کسی مسجد سے نماز پڑھ کر نکل رہا ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر نے فرمایا نہیں، آدمی تو معاملہ سے پہچانا جائے گا کہ مومن ہے یا نہیں؟ (جاری)

تسہیل الاصول

اردو زبان میں اصول فقہ کی آسان کتاب

قیمت: -/200

مرتبہ

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف۔ آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل:
7839216040

خواتین اسلام جوعلم وفضل، ادب وآگہی اور ہدایت ومعرفت کا منبع ومرکز تھیں

سیریز (۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ کی رضاعی بہن

حضرت شیما بنت حارث السعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر محمد ضیاالدین مظاہری

حضرت شیما بنت الحارث کا نام حذافہ بنت الحارث ہے، شیما آپ کا لقب ہے، اسی نام سے آپ معروف ہیں۔

''شیما'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عزت وشرف اور بلند مرتبہ کے ہیں۔

حضرت شیما بنت الحارث کی ولادت کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں مجھے کچھ نہیں ملا۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ خصوصیات جو کسی اور کو حاصل نہیں

حضرت شیما بنت الحارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن ہیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی والدہ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور پرورش میں ساتھ رہتی تھیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھا لیتیں، سینے سے لگا لیتیں، کبھی کسی درخت کے سائے میں بیٹھ کر لوریاں سناتیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت گرمی میں اپنے گود میں اٹھا لیتیں اور اپنے سایہ میں چھپا لیتیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں ان کے کندھے پر اپنے

دانت مبارک سے کاٹ لیا تھا۔اسی نشانی کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا تھا۔

حضرت شیما بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علی وسلم نے آپ کے اعزاز وتکریم میں اپنا چادر مبارک بچھا دیا تھا تا کہ اس پر بیٹھ جائیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی عزت کی چیز یہ ہے کہ جب حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نشانی سے پہچان لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ: جو تم مانگو گی وہ تمہیں دیا جائے گا اور اگر کسی کی سفارش کروگی تو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی روایت مروی نہیں ہے۔

نسب نامہ:

حضرت شیما بنت الحارث بن عبد العزی بن رفاعۃ بن ملان بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

ان کی والدہ کا نام حلیمہ بنت أبی ذویب السعدیۃ ہے جنھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔

حضرت شیما بنت الحارث کے ایک بھائی حضرت عبد اللہ بن الحارث اور ایک بہن انیسہ بنت الحارث ہیں۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت حلیمہ سعدیہ کی بیٹی ہیں، حلیمہ سعدیہ ان دائیوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔

حضرت شیما کی والدہ حلیمہ سعدیہ

عام طور پر عرب کے لوگ اپنے بچوں کی بود وباش اور پرورش کے لئے دیہاتوں میں بھیج دیتے تھے، جس سال بنوسعد کے قبیلہ میں قحط پڑا تو حضرت حلیمہ بھی اپنے قبیلہ کی عورتوں کے ساتھ نومولود شیر خوار بچہ لینے کی غرض سے نکلیں، حضرت حلیمہ کی سواری نحیف وکمزور ہونے کی وجہ سے اور عورتوں سے پیچھے رہ گئی اور ساتھ والی عورتوں نے پہلے ہی مکہ پہنچ کر امیروں کے بچے لے لئے، جس وقت حضرت حلیمہ مکہ مکرمہ پہنچیں تو سوائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بچہ نہیں تھا اور وہ بھی اس لئے باقی رہ گیا تھا کیونکہ وہ یتیم تھا، اس ڈر سے عورتوں نے آپ کو لینے سے انکار کر دیا تھا کہ خاطر خواہ آمدنی نہیں ہوگی، وہ دریتیم حضرت حلیمہ کے حصہ میں آیا، جس کے آتے ہی حلیمہ کی قسمت بدل گئی اور وہ اپنی زندگی میں خیر و برکت کا مشاہدہ کرنے لگیں، اس کا بڑا دلچسپ واقعہ تاریخ وسیر کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ قبیلہ بنوسعد بن بکر بن ہوازن کی خاتون تھیں، بنوسعد کا قبیلہ ملک عرب کا ایک ایسا نامور قبیلہ تھا جو اپنی شجاعت، بہادری، تیراندازی میں معروف تھا، اسی کے ساتھ یہ قبیلہ اپنی شرافت و نجابت اور قابل قدر انسانی اوصاف میں بھی نامور تھا، اور فصاحت کلام اس قبیلہ کی امتیازی پہچان تھی، حضرت حلیمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ثوبیہ کے بعد دودھ پلایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چار یا پانچ سال تک ان کی تربیت میں رہے۔

وفات حضرت حلیمہ سعدیہ

حضرت حلیمہ سعدیہ کا انتقال سن آٹھ ہجری میں ہوا اور جنۃ البقیع مدینہ منورہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (جنتی زیور، مصطفیٰ اعظمی، ص:۵۱۲، مکتبہ المدینہ، کراچی)

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ کے والد حضرت حلیمہ کے شوہر

حضرت حلیمہ کے شوہر کا نام حارث بن عبدالعزی تھا اور ان کی کنیت ابو کبشہ تھی، تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت حلیمہ کے ساتھ یہ اسلام لے آئے۔

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے معزز ترین بھائی کی خدمت میں

تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ اسلامی فوج نے جب قبیلہ ہوازن پر شب خون مارا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا، ان قیدیوں میں حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھی۔ المواہب میں سریہ اُوطاس کے بیان میں ہے:

''وكان في السبي الشيماء اخته عليه الصلاة والسلام من الرضاعة (المواہب، سریۃ اُوطاس، غزوۃ حنین، ص:۲۰۶)

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: کہ میں تمہارے صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی

بہن ہوں، اسلامی فوج نے جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تو وہ کہنے لگیں:
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی بہن ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک نشانی دکھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں میرے کندھے پر دانت کاٹ لیا تھا، یہ اس کا نشان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشانی سے ان کو پہچان لیا۔ اور اپنی چادر ان کے لئے پھیلا دی، پھر ان سے فرمایا: ''یہاں بیٹھو'' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

رسول اکرم صلی اللہ علی وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تمہیں پسند ہے کہ تم اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ جاؤ تو میں تمہیں پہنچا دوں، اور اگر تمہیں پسند ہے تو میرے پاس عزت واحترام سے رہو۔ حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں کہ: مجھ کو لوٹا دیجیے۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چوپائے، بکریاں، تین غلام اور ایک لونڈی عطا فرمائی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں لکھا ہے کہ محمد بن معلیٰ ازدی نے کتاب الترقیص میں ذکر کیا ہے کہ حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: بچپن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھولا جھلاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔

یا رب أبق لنا محمداً

حتی أره یا فعا و أمردا

اے ہمارے پروردگار، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے لئے باقی رکھ، تاکہ میں اسے لڑکپن اور جوانی میں دیکھ سکوں۔

ثم أراه سیداً مسوَّدا

و اکبت أعابه معا والحسدا

پھر ان کو آقا اور سردار بھی بنا دیکھوں اور اس کے حاسدوں اور دشمنوں کو ایک ساتھ کچل دے۔

و أعطه عزا یدوم أبدا

انہیں ایسی عزت عطا فرما جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو۔

ابن حجرؒ ہی نے لکھا ہے کہ: ابوعروہ ازدی جب یہ اشعار پڑھتے تو فرماتے: اللہ تعالیٰ نے کس احسن انداز سے ان کی دعا قبول کی۔

المواہب میں ہے کہ حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب آپ صلی اللہ علیہ سلم کو گود میں لیتیں تو یہ شعر پڑھتی تھیں ؎

هذا أخي لم تـــلــــــده أمي

و ليس من نسل أبي و عمي

فديته من مخول مــعـــــمي

فأنمه اللـــهـــم فيما تـــنـمي

یہ میرے وہ بھائی ہیں جو میری ماں سے پیدا نہیں ہوئے اور یہ میرے والد اور میرے چچا کی نسل سے بھی نہیں ہیں لیکن ان پر اپنے عزیز ماموں اور چچا کو فدا کرتی ہوں، اے اللہ، تو ان کی بہترین پرورش فرما جس طرح آپ اچھی نشو ونما کرتے ہیں (المواہب، جلد ۱، ذکر رضاعہ، ص: ۱۵۴)

وفات

حضرت شیما رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بارے میں مجھے مستند تاریخی کتابوں میں کچھ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

مراجع:

۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اردو، علامہ ابن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانی لاہور
۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مؤرخ ابن اثیر، المیزان، اردو بازار، لاہور
۳۔ المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ للعلامہ القسطلانی، تحقیق صالح احمد الشامی، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۲۰۰۴م
۴۔ اعلام النبلاء للذہبی، بیت الافکار الدولیۃ۔
۵۔ اعلام النساء، عمر رضا کحالہ۔
۶۔ جنتی زیور، مصطفیٰ اعظمی، مکتبہ المدینہ، کراچی

حضرت میاں چاندشاہ ٹانڈوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانامنیراحمدقاسمی
صدرمدرس مدرسہ عین العلوم، ٹانڈہ، ضلع فیض آباد۔یوپی

اپنے بڑوں سے بچپن میں دو بزرگوں کا تذکرہ کثرت سے سنا کرتا تھا۔ایک حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی عقیدت ومحبت بچپن سے میرے دل نشیں ہوگئی۔حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ تو قریب ایک صدی قبل وصال پا چکے تھے لیکن شیخ الاسلام میرے بچپن میں باحیات تھے مگر صغرسنی کی وجہ سے میں زیارت سے محروم رہا۔شیخ الاسلام کے بارے میں بہت کچھ میں نے پڑھا اور سنا لیکن حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مجھے صرف سننے کو ملا اور افسوس کہ سنانے والے بھی یکے بعد دیگرے رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔احباب کے اصرار پر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس عظیم روحانی شخصیت پر قلم اٹھاؤں، کیونکہ اللہ والوں کا تذکرہ اور ان کی یاد زخمی دلوں کے لئے مرہم اور اہل دل کے سکون قلب کا باعث ہوتا ہے اس خیال میں سرگرداں رہا۔تاریخ کا ایک طالب جب آپ کے حالات کا تاریخی جائزہ لیتا ہے تو نہ کوئی مستند کتاب اور نہ آپ کے فیوض وکمالات پر مشتمل کوئی تحریر دستیاب ہوتی ہے، حالات زندگی پر نقشبندی رنگ پوری طرح غالب نظر آتا ہے اور اس فنافی اللہ کی شخصیت پر اخفا کی دبیز چادر پڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے بہرحال جستجو کے بعد جو اور جتنا حاصل ہوا اہل ذوق کی خدمت میں پیش ہے۔

یوں لائے واں لائے ہم دل صد پارہ ڈھونڈ کر　　دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اٹھا لیا

قدرت الٰہیہ کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ ہندوستان جیسے کفرستان میں ایسی صاحب ایمان اور باکمال شخصیتیں پیدا فرمائیں جن کے نفوس قدسیہ سے فیوض وبرکات کا لامتناہی سلسلہ جاری ہوا، اور کفر کی تاریکیاں ان کی ایمانی شعاؤں سے مدھم پڑگئیں، انہیں شریعت وطریقت کے حامل، حقیقت ومعرفت کے رمزشناس بزرگوں کی صف میں سلسلۂ نقشبندیہ کے جلیل القدر مستجاب الدعوات اور صاحب کشف وکرامات بزرگ قدوۃ

الصالحین، رئیس المتوکلین حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے، جن کی ذات رشد و ہدایت، اصلاح و تربیت، زہد و تقویٰ، اتباع سنت، صبر و تحمل قناعت و توکل کا سرچشمہ تھی، آپ اسم با مسمیٰ تھے چاند کے مانند ایک عالم کو روشن فرمایا بے شمار انسانوں کو ہدایت ملی، آپ سے جو قریب ہوا اس کے دل کی دنیا بدل گئی ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

شجرۂ نسب:

آپ کا اسم گرامی چاند خاں ابن کرم خاں ابن ولاور خاں ہے آپ کے چھوٹے بھائی گلاب خاں تھے جو لاولد تھے جن کا انتقال کان پور میں ہوا، سلسلۂ نسب آپ کا افغانستان کے پٹھان خاندان یوسف زئی سے ملتا ہے، آپ کے دادا دلاور خاں کے جد امجد افغانستان سے ہجرت کر کے سلطنت مغلیہ کے دور میں ہندوستان تشریف لائے اور فن سپہ گری میں مہارت کی وجہ سے آپ کے اجداد شاہی فوج میں ملازم ہو گئے، پھر منتقل ہو کر مرزا پور ضلع کے چنار گڈھ قلعہ میں عرصہ تک مقیم رہے یہیں آپ کا خاندان آباد رہا، سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد آپ کے دادا نے فوج کی ملازمت ترک کر دی اور انگریزی دور میں چنار گڈھ سے ہجرت کر کے ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے قریب موضع بھٹولی میں مقیم ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ کے والد مکرم کرم خاں وہاں سے منتقل ہو کر ٹانڈہ تشریف لائے اور یہاں مستقل قیام فرمایا، والد ماجد راجہ صاحب ٹانڈہ کے یہاں ملازم ہو گئے ملازمت کا یہ سلسلہ عرصہ دراز تک قائم رہا۔

حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۲۷ھ میں ہوئی کچھ دنوں آپ بھی راجہ صاحب کے ملازم رہے مگر ملازمت میں دل نہیں لگا، شادی ہونے کے بعد آپ نے ملازمت تک کر دی اور ۱۸ سال کی عمر میں عزلت نشین ہو گئے اور یاد خداوندی میں مشغول ہو گئے۔

سلوک و طریقت:

یاد الٰہی اور آہ صبح گاہی سے جذبۂ روحانی بیدار ہوا تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا: ''میں دین سیکھنے جا رہا ہوں'' اگر تم چاہو تو مجھ سے طلاق لے لو؟ یا اگر چاہو تو صبر کے ساتھ گھر پر پڑی رہو؟ سعادت مند بیوی نے غم فراق کو برداشت کرنے پر خود کو آمادہ کیا لیکن رشتۂ ازدواج کو منقطع کرنا گوارہ نہیں کیا۔ پھر کیا تھا آپ کو موقع مل گیا

آپ تلاش مرشد میں گھر سے باہر نکل پڑے۔ جذب وشوق کی منزلیں طے کرتے ہوئے مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا سید ابوالحسن نصیر آبادی کی خدمت میں جا پہنچے، حضرت مولنا سید ابوالحسن نصیر آبادی نے اس نو وارد طالب صادق کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا، حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسلسل ۱۲ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے، پیرومرشد نے اس وفا شعار پیکر صدق وصفا پر خاص توجہ فرمائی، سلوک وطریقت کی تمام منزلیں طے کرادیں اور کامل ومکمل بنا کر خلافت سے سرفراز کیا، وطن واپسی کرتے وقت فرمایا: ''جاؤ کام کرو'' اور یہ بھی فرمایا: ''تم جہاں بھی رہوگے چاند کی مانند روشن رہوگے''۔ آپ ٹانڈہ واپس تشریف لائے سبز درختوں سے گھرے ہوئے باغیچہ میں اقامت اختیار فرمائی اور مرشد کے حسب ارشاد'' کام میں لگ گئے'' اکثر فاقہ کشی کی نوبت آئی مگر آپ نہایت صبر اور استقلال سے کام لیتے، اپنے مرکز پر ۵۶ سال تک مقیم رہے اس طویل مدت میں صرف دو مرتبہ آپ باہر تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے ارادہ سے نکلے، ٹانڈہ سے اجودھیا پہنچے وہاں تحریک جہاد کی ناکامی، مجاہدین کی شکست، اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی اور اجودھیا ہی میں پیرومرشد حضرت مولانا سید ابوالحسن نصیر آبادی سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل فاقہ کشی اور کمزوری سے بدلی ہوئی تھی، ملاقات کے وقت پیرومرشد نے دریافت فرمایا کون؟ جواب دیا: ' آپ کا خادم محمد چاند'' پیرومرشد نے اپنے چہیتے کو سینے سے لگالیا، اور دونوں خوب روئے، مرشد نے آپ کو ایک مٹھی کچا پیسہ دیا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وظیفہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کو بتایا، آپ رخصت ہوکر ٹانڈہ واپس آئے، مرشد کے بتائے ہوئے وظیفہ کو اپنا معمول بنالیا، تنگی دور ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھل گیا، دوسری مرتبہ آپ سفر حج کے لئے اپنے مسترشد، خلیفہ ومجاز، راقم الحروف کے جدامجد حضرت مولانا قدرت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مسند پر بیٹھا کر حجاز تشریف لے گئے۔ اس دو مرتبہ کے علاوہ اور کبھی آپ اپنے مرکز سے نہیں ہٹے، آپ مرجع خلائق تھے، آپ کو عنداللہ مقبولیت تامہ حاصل تھی، آپ کے کشف وکرامات کی شہرت دور دور تک پھیلی تھی، اتباع شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محبت آپ کو جان سے زیادہ عزیز تھی۔

وفات:

شب شنبہ ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ میں اپنے مرکز پر تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا، آسمان

تصوف وولایت کا روشن چاند جو ۵۶ سال سے آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور نورانی وروحانی شعاعوں کو فضا میں بکھیر رہا تھا مالک حقیقی کی آغوش رحمت ومغفرت میں جا چھپا، حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفیق اعلیٰ کی بارگاہ قدس میں پہنچ گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق　　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

باغیچہ میں مسجد وخانقاہ کے سامنے مدفون ہوئے، آپ کا مزار مبارک وصیت کے مطابق کچا اور لوح و تختی سے بے نیاز، بے نام وغیر ممتاز ہے۔

ہم سب آپ کی صورت کے دیدار اور صحبت سے تو محروم ہیں لیکن آپ کی سیرت اور قابل تقلید اسوہ اوصاف سے تو محروم نہ رہے، جنہیں اپنانے سے دنیا کی سعادت اور آخرت کا توشہ مہیا ہوسکتا ہے، شاعر نے خوب کہا ہے ۔

اخلائی و ان شط الحبیب و دارہ　　　و عز تلاقیہ و نائت منازلہ

ان فاتکم ان تبصروہ بعینکم　　　فما فاتکم منہ فھذا شمائلہ

دوستو، اگر چہ محبوب اور اس کا گھر دور ہے، اس سے ملاقات مشکل اور اس کی منزلیں دور ہیں تم اپنی آنکھوں سے اس کو نہیں دیکھ سکتے ہو، مگر محبوب کی ادائیں اور اس کی سیرتیں نہیں ختم ہوئیں، وہ تو اب بھی باقی ہیں ان سے اپنی روح کو تسکین دے سکتے ہو اور فیض حاصل کر سکتے ہو۔

فیوض وبرکات:

حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن صحبت مرشد، اتباع شیخ، ریاضت ومجاہدہ سے قلب مثل آئینہ کے صاف وشفاف اور علم الٰہی کے نور سے منور ہو گیا، اور آپ کے نفس قدسیہ کے حقائق و معارف کا فیضان جاری ہوا، اس حقیقت کو عارف رومی نے ایک شعر میں بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے ۔

بینی اندر خود علوم انبیاء　　　بے کتاب و بے معید اوستا

قلب صافی پر بلا کتاب، بلا استاد علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے، حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا مظہر تھے، تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں، امت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنی آغوش میں حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت بھی رکھتی ہے جنھوں نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا

مگر وہ اپنے زمانہ کے غوث اور سرتاج اولیا تھے۔ اس زمانہ کے فقہا اور محدثین نے ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ انھوں نے امور تکوینی اور علوم تشریعی کے دقائق مسائل بیان کئے۔ الفاظ سے نور کا مشاہدہ کر کے بتا دیا کرتے، یہ الفاظ کلام اللہ ہیں یا کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر نور کا مشاہدہ نہ ہوتا تو فرما دیتے یہ کلام الناس ہے جو نور سے خالی ہے۔ حدیث صحیح اور حدیث موضوع پر محدثین اور علمائے اسماء الرجال نے دلائل اور بسط کے ساتھ بحث فرمائی لیکن حضرت سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف الفاظ سن کر بتا دیا کہ حدیث صحیح یا حدیث موضوع ہے تفسیری رشحات، فلسفیانہ رموز وحکم، تصوف کے مسائل ایسا بیان فرمایا کہ عقل حیران ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں بلکہ کشف وبصیرت کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا تھا، نور بصیرت اور فراست ایمانی آپ کو حاصل تھا، علماء کی جماعت اصلاح واستفادہ کے لئے آپ کی خدمت میں جاتی تھی، ذکر وشغل کے ساتھ علمی حلقہ ہوتا، حدیث کا درس ہوتا، مثنوی مولانا روم پڑھی جاتی اور حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر، تشریح بیان فرماتے، کوئی فقہی مسئلہ دریافت کرتا تو فتاوی کی کوئی کتاب شامی یا عالمگیری منگاتے اور اپنے دست مبارک سے ورق پلٹ دیتے اور عموماً اپنے خاص مرشد مولانا قدرت اللہ صاحبؒ یا مولانا عنایت صاحب سے فرماتے مولانا پڑھئے یہاں سے، مولانا پڑھتے اور وہ مسئلہ اسی صفحہ پر موجود ہوتا، ایسے واقعات اکثر پیش آتے۔

مولانا قدرت اللہ صاحبؒ کے بڑے صاحبزادے، راقم الحروف کے دادا مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر آئے حضرت میاں صاحبؒ سے ملاقات کیا، میاں صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنی پوربی زبان میں پیار سے فرمایا: بھیا، کاؤ پڑھے ہو؟ مولنا نے بخاری شریف ومسلم شریف وغیرہ احادیث کی کتابیں گنوائیں، میاں صاحبؒ نے فرمایا: ای تو تو اپنے لئے پڑھے ہو مورے لئے کاؤ پڑھے؟ مولانا نے کہا: حضرت دیوبند میں یہی سب پڑھایا گیا ہے۔ فرمایا: جاؤ طب پڑھ آؤ لیکن چھ ماہ سے زیادہ نہ پڑھنا۔ مرشد کا حکم پا کر مولانا طب پڑھنے کے لئے کان پور تشریف لے گئے، جب چھ ماہ پورے ہوئے تو مولانا نے اپنے استاذ سے رخصت چاہی۔ استاذ نے دریافت کیا اتنی جلدی کیوں؟ سال تو پورا کرلو؟ مولانا نے جواب دیا: ہمارے مرشد نے صرف چھ ماہ کا حکم دیا ہے۔ مولانا کے استاذ حکیم حیات محمد

صاحبؒ کو اس سعادت مندی پر بہت خوش ہوئی سند لکھ کر دیدی۔ اور فرمایا: کوئی شخص دوسال میں جتنا طب پڑھتا ہے آپ نے چھ ماہ پڑھ لیا ہے، مولانا اپنے زمانہ کے طبیب حاذق ہوئے، آپ کو دست شفا حاصل تھا، ٹانڈہ تشریف لائے اور اپنے مرشد سے ملاقات کیا، میاں صاحبؒ بہت خوش ہوئے، دعائیں دیں اور شفقت سے فرمایا: بھیا، اب کاؤ کریہو؟ مولانا نے جواب دیا مکان پر رہ کر کھیتی باڑی دیکھوں گا۔ فرمایا: نہیں بھیا توں تو پڑھ لئے ہو، کا مورے لڑکوے جاہل رہ جائیں؟ مولانا نے کہا حضرت، آپ جو ارشاد فرمائیں۔ میاں صاحب نے فرمایا: یہیں مسجد میں بیٹھ، اور لڑکن کیں پڑھاؤ۔ کھالی کھانہ میں توں کاں دیہوں۔ مولانا اسی مسجد میں بیٹھ گئے اور فی سبیل اللہ بچوں کو تعلیم دینا شروع کر دیا، آہستہ آہستہ دور دراز کے طلباء آنے لگے، درس کا حلقہ وسیع ہوتا گیا اور ایک مدرسہ کی شکل بن گئی، حضرت میاں صاحب کی وفات کے بعد طلباء کی کثرت کی وجہ سے مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے تھوڑے فاصلہ پر زمین لے کر ۱۳۲۶ھ میں باقاعدہ مدرسہ ''عین العلوم'' کی تعمیر کرائی، طلباء کے قیام وطعام اور صحاح ستہ تک احادیث کی تعلیم کا انتظام فرمایا، حدیث کی سند فراغت اور علمائے ربانی سے فیض و برکت کے لئے طلباء کو دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور بھیجنے کا سلسلہ جاری کیا، سینکڑوں علماء اور حفاظ مدرسہ عین العلوم سے تعلیم پا کر دور دراز علاقوں اور صوبوں میں پھیل گئے۔ الحمد للہ مدرسہ عین العلوم کا تعلیمی اور تبلیغی سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ مدرسہ عین العلوم کے ذریعہ حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی فیض جاری ہوا، اور آپ کا روحانی فیض خلفاء، مریدین، مسترشدین کے ذریعہ دور دور تک پھیلا، آپ کا مسند آج بھی آباد ہے، حضرت میاں ظہور الحسن صاحب مدظلہ اس مسند کے صدر نشین ہیں، عوام الناس دعا و تعویذ کے لئے آپ کی خدمت میں جایا کرتے ہیں۔

باقیات صالحات:

حضرت میاں صاحبؒ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں، بڑے صاحبزادے حضرت میاں محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور چھوٹے صاحبزادے حضرت میاں حبیب شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت میاں محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے، آپ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت میاں نور الحسن صاحبؒ صدر نشین ہوئے، آپ کے وصال کے بعد سے آپ کے برادر خورد حضرت میاں ظہور الحسن صاحب مدظلہ العالی مسند نشین ہیں۔ آپ

مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل اور عالم باعمل ہیں، ضعف و پیرانہ سالی کے باوجود یاد الٰہی اور خدمت خلق میں مشغول ہیں۔ آپ کا خاندان کثیر افراد پر مشتمل ہے، خاندان کے لوگ مختلف مشاغل میں لگے ہوئے ہیں۔

خلفاء و مجاز:

حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص خلفاء میں (۱) صاحبزادہ بزرگ حضرت میاں محمد شاہؒ (۲) صاحبزادۂ خورد حضرت میاں حبیب شاہؒ (۳) حضرت مولانا قدرت اللہ صاحبؒ موضع بڑی۔ ٹانڈہ (۴) سلیمان شاہؒ ٹانڈہ (۵) شاہ الٰہی بخش صاحبؒ جے بجے، بستی (۶) مستان شاہؒ بنیتھو۔ ضلع بستی (۷) سلطان شاہ لپری ضلع جون پور (۸) عبداللہ شاہؒ صبرحد جون پور (۹) مولانا عبدالغفار صاحبؒ، مؤ (۱۰) مولانا ابوالحسن صاحبؒ، مؤ (۱۱) حاجی مدح شاہ ڈگہی ضلع گورکھپور (۱۲) نعمت اللہ شاہؒ نوتن ضلع چھپرا بہار (۱۳) مولانا عبدالرحمٰن صاحب۔ ڈگہی ضلع گورکھپور (۱۴) مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ موضع برہی۔ ٹانڈہ (۱۵) مولانا عنایت خان صاحبؒ ٹانڈہ (۱۶) مولانا نورالحسن صاحبؒ نبیرہ حضرت مرشد مولانا سید ابوالحسن نصرآبادی۔ ان حضرات کے علاوہ بھی خلفاء و مجازین ہیں جن کا نام اور صحیح پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ سارے خلفاء نے اپنے علاقوں میں دین کی شمع روشن کیا۔ خدمت خلق دعوت و اصلاح میں زندگی گذار دی اپنے دور میں ستاروں کے مثل چمکتے رہے ان خلفاء سے بھی سلسلہ چلتا رہا۔

کشف و کرامات:

حضرت میاں چاند شاہ رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کشف بزرگ تھے۔ آپ کے واقعات ولایت و کرامات بہت مشہور ہیں ان میں سے چند بطور تبرک نقل کرتا ہوں:

۱ راجہ صاحب ٹانڈہ مسلکاً شیعہ تھے، ان کے ایک رشتہ دار نے حضرت میاں صاحبؒ سے دریافت کیا، قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ تعزیہ داری منع ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا: قرآن میں ہے ''اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ'' کیوں عبادت کرتے ہو اس کی جس کو تم لوگ چھیلتے ہو، بانس چھیل کر تعزیہ بناتے ہو پھر اسی سے منتیں مانگتے ہو، یہی تعزیہ داری ہے قرآن اس کو منع کرتا ہے۔

۲ آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے، ایک انگریز افسر آیا اور کہا: آپ کے باغیچہ سے سڑک نکالنا ہے، فرمایا: اللہ نے تم کو بادشاہ بنایا ہے اور پیچھے کی طرف کہا ادھر سے لے جاؤ۔ وہ افسر خوف کے مارے کانپنے لگا اور

اپنے ماتحت افسروں سے کہا یہ بڑا پادری ہے، چھوڑ دو، جلدی بھاگو یہاں سے۔

۳　ایک شخص تھیلہ میں آموں کا ہدیہ لے کر میاں صاحبؒ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے گھر سے چلا، راستہ میں ایک باغ سے گذرتے وقت عمدہ اور خوبصورت آم پڑے ہوئے دیکھا بلا اجازت اٹھا کر تھیلہ میں رکھ لیا اور ہدیہ کے آموں میں شامل کر دیا، میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر آموں کا تھیلہ پیش کیا، حضرت میاں صاحبؒ نے تھیلہ زمین پر الٹ دیا، سارے آم بکھر گئے، پھر چن چن کر دوسرے کے باغ کے آموں کو الگ کر دیا اور اس شخص سے ان آموں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: بھیا، ای مورے لئے کاہیں لائے ہو، لے جاؤ وہیں باغ میں رکھ دیہو۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور حیرت سے میاں صاحبؒ کی طرف تکتا رہا اور حکم کی تعمیل کیا۔

۴　ایک شخص کا لڑکا سخت بیمار رہا، دعا کرانے کے لئے پانی لے کر آیا، آپ نے پانی پر دم کر دیا، وہ شخص پانی لے کر واپس چلا، خیال ہوا کہ میاں نے صرف پھونک دیا ہے یہ پانی کیا فائدہ کرے گا؟ اس خام خیالی کی بنا پر پانی پھینک دیا، وہ پانی ہری گھاسوں پر پڑا، گھاسیں فوراً جل گئیں، وہ شخص سہم گیا پھر دعا کرانے کے لئے پانی لے کر دوبارہ میاں صاحبؒ کی طرف چلا، میاں صاحبؒ نے اس کو واپس آتے دیکھا تو جلال آ گیا، فرمانے لگے بھاگ بھاگ، وہ جل گیا، وہ جل گیا۔ وہ شخص ڈر کے مارے بھاگا، گھر پہنچا، دیکھا کہ بچہ مر گیا۔

۵　ایک زمیندار کا لڑکا شدید بیمار ہوا، پالکی لے کر آیا تا کہ دعا کرانے کے لئے میاں صاحبؒ کو اپنے گھر لے جائے، میاں صاحبؒ تیار ہو گئے، پالکی میں ایک قدم رکھا ہی تھا کہ زمیندار نے کہنا شروع کیا میاں، اگر میرا بچہ اچھا ہو گیا تو نصف گاؤں آپ کو لکھ دوں گا، میاں صاحب نے فوراً قدم پالکی سے واپس نکال لیا اور جانے سے انکار کر دیا۔ فرمایا: ''مجھ کو دنیا کی لالچ دیتے ہو'' وہ زمیندار حیرت اور افسوس کرتے ہوئے واپس ہوا۔

۶　محلّہ میں ایک قاضی خاندان ہے، میاں صاحبؒ کے پاس جاتا ہوا جو شخص سڑک سے گذرتا قاضی اس سے کہتا میاں کے یہاں کیا لے جاتے ہو؟ یہاں لاؤ۔ اتفاق سے قاضی کا تین روپیہ گھر سے چوری ہو گیا، وہ پریشان ہوا جس سے تذکرہ کرتا وہ کہتا میاں کے یہاں جاؤ۔ مجبوراً قاضی میاں صاحبؒ کے یہاں گیا۔ آپ نے کیل پر دعا کر دیا اور فرمایا آگ میں گاڑ دینا۔ قاضی نے پڑوسی کی آگ میں کیل گاڑ دیا، رات میں چور نے جو گھر ہی کی بہوتھی تینوں روپیوں کو پڑوسی کی راکھ میں چھپا دیا، آخری شب میں قاضی حقہ پینے کے لئے پڑوسی سے آگ لینے گیا تو روپیہ اس کو مل گیا، بہت خوش ہوا صبح کو مٹھائی لے کر میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میاں صاحبؒ نے فرمایا: بھیا، یہاں کیوں لائے ہو؟ تم تو دوسروں کومنع کرتے تھے؟ قاضی بہت شرمندہ ہوا اس کے بعد اپنی حرکت سے باز رہا۔

۷ ایک خانصاحب بڑی بڑی مونچھوں والے میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، میاں صاحب نے فرمایا: بھیا، جب توں پانی پیت ہو یہوتو پانی میں مونچھ ڈوب جاتی ہوگی؟ خان صاحب نے کہا: نہیں میاں۔ میں بدھنی کی ٹوٹی سے پانی پیتا ہوں۔خانصاحب کا جواب سن کر میاں صاحبؒ نے مسکرادیا، پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مونچھوں کو پست رکھنا ہے اور سکوت فرمایا۔ مونچھوں کے شوقین خانصاحب کے دل پر میاں صاحبؒ کی بات کا ایسا اثر ہوا کہ فوراً کھڑے ہوئے اور نائی سے مونچھ صاف کرا کے واپس آگئے ،میاں صاحبؒ نے مونچھوں کوصاف دیکھکر فرمایا: بھیا، کا ٹونٹیا ٹوٹ گئی؟ خانصاحب خاموش رہے لیکن دل ان کا بے چین رہا،حضرت میاں صاحبؒ کی ایک ہی نظر میں خانصاحب کی کایا پلٹ گئی سچ ہے ؎

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا کتابوں سے،نہ وعظوں،سے نہ زر سے پیدا

حضرت میاں چاندشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جو ایمان کو تازہ کرنے والے اور دل کی دنیا بدل دینے والے ہیں،اللہ تعالیٰ ان نفوس قدسیہ کی محبت اور اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

احب الصالحین و لست منهم لـعـل الله یرزقنی صلاحاً

خداوند تعالیٰ کی ذات عالی سے یقین ہے کہ بزرگان سلف اور صلحاء کی محبت کے طفیل میں مجھ ناکارہ کو بھی رشد و ہدایت ،صلاح وتقوی نصیب فرمائیں گے۔اللہ وفقنا لما تحب وترضی وارزقنا اتباع سنن سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم ❁

دین کامل (اردو۔ہندی)

اردو:-/140 ہندی:-/120

مصنف

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف۔آزادنگر،کرامت کی چوکی،کریلی۔الہ آباد۔موبائل:
7839216040

ایمان کا لباس تقویٰ ہے

مجلس شیخ المشائخ امام السلوک مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ

دوستی وہ ہے جس میں خیر خواہی ہو

ارشاد فرمایا: ہر ایک کے ساتھ دل ربائی بشرطیکہ عفت کے ساتھ ہو بہت اونچی عبادت ہے۔ دوست، دوست کو کسی زمانہ میں، ممکن ہے اب بھی لکھتے ہوں، خط لکھا کرتے تھے تو یوں بھی لکھدیا کرتے تھے۔

مشفق لکھوں، شفیق لکھوں، دل ربا لکھوں		حیران ہوں کہ دوست کو القاب کیا لکھوں

سب کچھ لکھ دیا، لیکن یوں کہہ رہا ہے کہ مجھ سے آپ کا حق ادا نہ ہوسکا اور آج کل لوگوں نے دوستی کو کھیل بنا رکھا ہے۔

دین نصیحت ہی کا نام ہے

سنئے، حدیث شریف کے اندر آیا ہے ایک بہت چھوٹا سا لفظ ہے، وہ کیا ہے؟ ''الدین النصیحۃ'' اور نصیحت کے معنی کیا ہیں؟ خیر خواہی۔ دنیاوی خیر خواہی بھی جائز طریقہ سے، اور دین کی خیر خواہی تو ہے ہی۔ اسی کو صوفیاء نے اس شعر کے اندر کہا ہے کہ۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست		بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یعنی تسبیح لے کر جانشین ہوکر بیٹھ گئے اور کچھ گدڑی سی پہن لی، اس کا نام طریقت نہیں ہے، اگر خدمت خلق نہیں ہے۔ ''نصح'' کے ساتھ جس کو ''الدین النصیحۃ'' میں فرمایا گیا ہے، اگر سجادہ نشین ہوکر بیٹھ گئے ہوتو تم بڑے بھولے ہو اور حقیقت میں بھولے ہو۔

دین تو بہت ہی آسان ہے

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین تو بہت ہی آسان ہے اور دنیا بہت مشکل ہے،

چنانچہ ارشاد ہے:''الدین یسر''''الدین النصیحۃ'' بھی نبی نے پکارااورالدین یسر بھی نبی نے پکارا۔ دین بہت آسان ہے۔شروع میں تو کچھ عسر(مشکل)معلوم ہوتا ہےلیکن عسر کے بعدتو یسر ہی آتا ہے۔چنانچہ ارشادربانی ہے:''ان مع العسر یسرا''چونکہ طبیعت کےاندرذراجدت ہوتے ہوتے آزادی رکھی ہوئی ہے،حریت رکھی ہوئی ہےاس لئے ذراتھوڑی سی خلاف طبع ہوجانے کی وجہ سے کچھ دشواری معلوم ہوتی ہے، ورنہ دین سے زیادہ کوئی راستہ آسانی کا ہےہی نہیں،وہ بہت آسان ہے۔

زمانہ کے خیرخواہوں کا حال

لیکن کیا کیا جائے،ایسازمانہ اس وقت پایا جارہا ہے کہ نصیحت جوکہ خیرخواہی ہےاورناصح جوکہ خیر خواہ ہےاس کودوسرایوں کہہ رہاہے ع

ناصحا،مت کرنصیحت دل مراگھبرائے ہے

اور یہ''خیرخواہ''فارسی کا لفظ ہےجس کے معنی ہیں خیرکو چاہنے والا،اور''خواہ''''خواستن'' کا امر حاضر ہے،خیراسم اس کے شروع میں لگادیا تواسم فاعل سماعی بن گیا۔ناصح بیچارہ خیر کی باتیں کررہاہے،محبت کا حق اداکررہا ہے چونکہ حق محبت یہ ہے کہ اپنے منعم کےساتھ محبت ہونی چاہئےاورمحبت کےاندرخیرخواہی ہونی چاہئےتو گویا وہ تو حق محبت خیرخواہی کا اداکررہا ہےاوردوسرابیچارہ یوں کہہ رہاہے کہ''ناصحا''اورجب کسی اسم کےآخر میں الف لگادیتے ہیں تو وہ منادی ہوجاتا ہے،کبھی حرف نداشروع میں اورکبھی آخر میں آجاتا ہے۔تو ناصحا،اےنصیحت کرنے والے،اےخیرخوا،وہ بھی کہہ رہاہےاےخیرخواہ،اورپھربھی کیا کہہ رہاہے کہ مت کر نصیحت میرادل گھبرائے ہے۔وہ ایسی نصیحت کی باتیں سننانہیں چاہتااورکہتا ہے کہ تمہیں پتہ نہیں ہے،کہ زمانہ کی ترقی،زمانہ کی رفتارکہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے کیونکہ آج کل تو آزادطبع یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو دقیانوسی ہیں،حالانکہ دین سراپانصیحت کا نام ہے۔

حضرت والامدظلہ العالی کی غایت تواضع

آپ حضرات کی کرم فرمائی ہے،آپ حضرات اس زمانہ کےاندرکرم فرمائی سےتشریف لاتے ہیں، احقرکوشرف بخشتے ہیں مشرف فرماتے ہیں،حوصلہ افزائی فرماتے ہیں،گھروں کوچھوڑکر،راحت وآرام کوچھوڑکر طبیعت کی آزادی کوچھوڑکر،حالانکہ یہاں نہ کوئی آرام ہے،نہ کوئی خوشی دلی ہے،اس وقت کی آزادی کے

اعتبار سے نہ وہ کھانا ہے، نہ وہ پینا ہے، اسکے باوجود بھی آپ حضرات تشریف لاکر احقر کو شرف بخشتے ہیں آپ حضرات کا بہت بہت شکریہ، جزاکم اللہ تعالیٰ خیرالجزاء۔

نیتوں پر اعمال کا دارومدار ہے

اللہ تعالیٰ فیاض حقیقی اپنے فیض حقیقی سے آپ حضرات کو ہمیشہ ہمیشہ فیض عطا فرماتے رہیں۔ (آمین) مگر چونکہ اس فیاض حقیقی کو معلوم ہے۔کیا؟''**انما الاعمال با لنیات** ''(اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) اور اسی ترتیب پر ہوتا ہے، افاضہ اُدھر سے ہے اور استفاضہ اِدھر سے ہے۔اور حسن ظن ہر ایک کو ہر ایک کے ساتھ یہی ہونا چاہئے کہ نیتیں ماشاءاللہ فیاض حقیقی کے فیض کو لینے کے لئے اچھی ہیں، اصل میں تو فیض فیاض حقیقی کی طرف سے ہوتا ہے مگر چونکہ یہ عالم، عالم اسباب ہے سالئے وسائط اور وسائل لگادیئے ہیں۔

توحید شرعی کی حقیقت

ورنہ حضرت والا مجدد الملت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہ کا ارشاد کہ حضرت مولانا گنگوہی صاحبؒ نے یوں فرمایا تھا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، جی حضور، فرمائیے، خاموش ہو گئے۔کچھ دیر کے بعد فرمایا: اچھا کہہ دوں؟ حضرت، ضرور فرمائیے، پھر خاموش ہو گئے۔پھر فرمایا: اچھا تو کیا کہہ ہی ڈالوں؟ حضرت دل بے چین ہے، کوئی اہم ضروری بات معلوم ہوتی ہے جو اس طرح اہتمام فرمارہے ہیں۔فرمایا: میں یہ کہتا ہوں کہ ''کبھی بھی، کسی قسم کی بھی کسی سے امید مت رکھو'' اس کے بعد سکوت بطریق سکتہ فرماکر فرمایا کہ:''اور مجھ سے بھی''۔دیکھا، توحید شرعی تو حید غیر شرعی تو مشرکوں کے اندر بھی ہے لیکن توحید شرعی بھی حاصل ہونی چاہئے۔ اس مجمع کے اندر بعض کا تو فوراً دنیا سے دل ہٹ کر دل وہاں لگ گیا ہوگا اور ایسا لگ گیا ہوگا کہ سارے اخلاق ذمیمہ چلے گئے ہوں گے اور اخلاق حمیدہ جمیلہ پیوست ہو گئے ہوں گے بلا کسی مجاہدہ اور ریاضت کے، ایسے بھی ہوتے ہیں۔

شیخ سے تعلق ''بوحدت مطلب'' ہونا چاہئے

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جب کہ سلوک کے ساتھ حسن سلوک ہو اور ''انما الاعمال بالنیات'' کو دل میں رکھے ہوے اور دلجمعی کے ساتھ لگے ہوئے ہوں، اور جبکہ سلوک کا ایک عجیب انوکھا مسئلہ ہے کہ شیخ کے ساتھ تعلق ''بوحدت مطلب'' ہونا چاہئے یعنی یہ سمجھے کہ دنیا بھر میں میرے نفع کے اعتبار سے ان شیخ کے سوا اور کوئی

دوسرا نہیں ہے، اور جبکہ ایک مخلوق کو مخلوق کے ساتھ بوحدت مطلب کا عقیدہ رکھنا ہے تو واجب حقیقی واجب الوجود کے ساتھ اس کا کیا عقیدہ ہوگا ؟ اور بھلا ایسی عقیدت رکھنے والے کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی مجلس شریف میں اس فرمان کے سننے پر تعلق قلبی دنیا سے بیزار ہوکر اور آنکھیں بازار ہو کر اس واجب الوجود ذات وحدانیت کے ساتھ یہ وحدت مطلب کیوں نہ ہوگا ؟ فیاض حقیقی اپنے فیضان سے ہمارا دل بھی ایسا ہی لگادے (آمین) اور جب مجلس سے اٹھ کر جائیں یا گھر پہنچیں تو اس فیاض حقیقی کے فیضان کے ساتھ دل لے کر جائیں کیونکہ وقت کی بڑی قیمت ہے، پھر کیوں وقت ضائع کیا جائے؟

قرب ورضا تصور کے ساتھ طبیعت بن جائے

چونکہ محسنین کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور ہر وقت حاصل ہے، کیونکہ محسنین کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا:'' و ان اللــه لـمـع المحسنين ''یعنی میرا قرب اور میری رضا محسنین کے ساتھ ہے، یہ ہیں معیت کے معنی، اور اس سے پہلے'' لـنـهـدينهم '' کہ میری رحمت خاص اور ثواب خاص جو کہ جنت ہے جس کو ''لـنـهـدينهم '' سے تعبیر فرمایا ہے اور پھر ایسوں ہی کے لئے معیت فرمائی، اور معیت کے معنی ہیں قرب ورضا، ایسوں ہی کو اللہ تعالیٰ کا قرب ورضا حاصل ہے۔اس سے زیادہ اور کیا چاہئے ؟ یہ ہے حسن خلق جس کو ذات باری تعالیٰ دائماً قائم رکھے، یہ ہے سلوک میں داخل ہوکر حسن سلوک کا فائدہ ، پھر کہاں کا مجاہدہ ، کہاں کی ریاضت ؟ اس کو سننے کے بعد حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ مجاہدہ ختم ریاضت ختم بلکہ قرب ورضا کا راستہ بتصور طبیعت بن گئی۔

ایمان مومن کا مرشد ہے

اور ذات باری تعالیٰ اس ممکن الوجود مٹی کے مجسمہ کو یہ فرمارہے ہیں، کہاں ذات باری تعالیٰ اور کہاں ان کی معیت؟ دل میں بہار آگئی، دل میں سکینہ آگیا، احکام پر، اخلاق پر چلتے ہوئے سکون آگیا، طمانیت آگئی، اب یہ بہشتی ہوگیا۔بس ایک ایمان حقیقی جس کو ایمان کہتے ہیں وہ خود اپنے اندر مصلح اور مرشد موجود ہے، اور اس کا مقتضا یہ ہے کہ قرب ورضا کے کام پر چلتا رہے اور ناراضی کے کاموں سے بچتا رہے۔اے مومن، تیرے اندر خود مرشد اور مصلح رکھا ہوا ہے تو ذرا غور کر۔چلو خیر تھوڑے بہت سہارے کی ضرورت ہوتو ہوجائے گی بلکہ ہو گئی ہوگی۔لیکن اے مومن، مرشد مصلح تو بتقاضۂ ایمان تیرے اندر خود رکھا ہوا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کہلوا رہے

ہیں۔ بلاطلب کےاس ذات حق نے تیرے اندرفطرت رکھ دی ہے؟اس فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ قرب اور رضا کےراستہ پراس کو ہزاروں لاکھوں کی بڑی رقم دیدی،اب اس کی سعادت مندی یہ ہے کہ اس کا شکرگذار بنا رہےاوراس کواپنی ضروریات لاحقہ کے اندرخرچ کرتا رہے تاکہ جسم کوراحت اوردل کوفرحت پہنچتی رہے، یہ فرض شناسی ہے۔

ایمان کی دولت غیرمتناہی نعمت ہے

اورایمان کی دولت تو اس دولت سے کہیں بڑھ کرغیرمتناہی دولت اور غیرمتناہی نعمت ہے، چونکہ ذات باری تعالیٰ کی عطافرمودہ ہے،اوراس کا محل جنت غیرمتناہی راحت وفرحت کا ذریعہ ہے۔اے قدرشناس، ذراپہچان،عرفان حاصل کر،معرفت کی دولت سے مالامال ہوکراس ایمان کواپنی راحت اوراپنی فرحت پرخرچ کرتا رہ،تو دونوں جہاں کے اندرراحت اور دونوں جہاں کے اندرفرحت حاصل ہوگی۔اور چونکہ ہمیں یہ دولت اللہ تعالیٰ نے بلاطلب کےعطافرمائی ہےاس لئے اب اس کے خلاف کرنا انتہائی درجہ کی خطا ہے، بلکہ اس نعمت کواس ذات کےقرب ورضاپرخرچ کرتا رہ اوراس کے باوجوداستغناءبھی کرتا رہ۔قرآن شریف میں ہے:’’وَ مَا كَانَ اللّٰه مُعَذِّبهُم وَهُم مُستَغفِرُون ‘‘(انفال:۳۳)اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کوعذاب دے جو استغفارکرتے رہتے ہیں،اپنے لئے پردہ پوشی مانگتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے عیب نہ کھل جائیں، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ استغفار بھی وہ کرتے رہیں اورعذاب بھی دیدوں،تمہارااللہ ایسا نہیں ہے۔

رضااورقرب فطرت کا مقتضیٰ ہے

معلوم ہوا کہ رضااورقرب جوکہ نتیجہ ہے رضا کے کاموں پر چلتے رہنے کا اور ناراضی کے کاموں سے بچتے رہنے کا، یہ فطرت اورطبیعت ہےجیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہیں:’’فِطْرَةَ اللّٰه الَّتِي فَطَرَ النَّاس عَلَيْهَا ‘‘(سورۂ روم:۳۰) یعنی میں نے تمام لوگوں کوفطرت پر پیدا کیا ہے یعنی ہدایت صحیحہ دے کر پیدا کیا ہے اورجنھوں نے اس عالم میں آکرفطرت بدل دی،کسی نے تو پوری بدلدی اورکسی نے ادھوری بدلدی تو وہ کالحیوان ہوگیا، جوفطرت پررہیں گے وہ ذاکرین ہوں گے،اگرنا سمجھی سے کچھ ہوگئی ہوگئی جب سمجھ اور بوجھ آگئی تو جواستعداد فطرۃ رکھی تھی وہ قبول ہوئی اور جب قبول ہوئی تو پھراحکام پر چلتے رہنا طبیعت بن گئی اورطبیعت کے بننے ہی کو

فطرت کہا تھا۔تو طالب سلوک فطرت صحیحہ پر اگر نہیں تھا تو اب آ گیا اسی وجہ سے رضا وقرب کے جو سامان ہیں ان کی تعمیل کو بالدوام کرتے رہنے کو کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس فطرت صحیحہ پر قائم دائم رکھیں (آمین) تو گویا مخلوق سے قلب یکسر ہٹ گیا مگر ان کے حقوق کو جو کہ وہ حق وجود وحدانیت وجوبی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا ہی حق) ادا کرتا رہا، تو وہ بایں معنی قرب ورضا ہی پر لگا ہوا ہے۔

اطمینان قلب بہت بڑی نعمت ہے

دل میں عالم دنیا سے افسردگی ہے اور ذات باری تعالیٰ کے ساتھ آسودگی ہے، اسی کو ذات باری تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں طمانیت اور اطمینان قلب کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے جو کہ بڑی نعمت ہے۔تو اے مومن، تیرے اندر مرشد رکھا ہوا ہے، تیرے اندر شیخ رکھا ہوا ہے، گویا اس ذات کا ہادی نام تیرے اندر خود ہی رکھا ہوا ہے، ذرا نظر ثانی کر۔

سالک کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہئے

اللہ تعالیٰ اس مومن کی نظر اور بالخصوص مومن سالک کی نظر اپنے ہی پر رہنے دے لہذا اپنی ذات سے تو نظر انداز اور اس ذات پر نظر ہو، اور جب اپنی ذات سے نظر انداز جو کہ خود اپنی ذات میں ایک مخلوق ہے تو بھلا کسی دوسری مخلوق پر کیا نظر؟ اپنی ذات کا جو اس ذات حق نے حق لگا دیا ہے اس کو ادا کرتا ہوا چلا جا رہا ہے تو دوسری مخلوق کے حق کو بھی ادا کرتا ہوا چلا جا رہا ہے، اور ہر بات میں حق کے ساتھ ہے۔

خلاصہ مجلس

تو دنیا بھی اسی کے لئے ہے اور آخرت تو اس کے لئے ہے ہی۔یہ ہے شریعت متعلق بالظاہرہ ومتعلق بالباطن۔اللہ تعالیٰ اپنی رضائے حقیقی اور قرب حقیقی کے ساتھ توفیق ارزانی سے نوازے۔(آمین یارب العالمین)

خدا حافظ

ایک عربی مصنف کی کتاب ''استمتع بحیاتک'' کے اردو ترجمہ سے

کون آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟

پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی

لوگوں سے اچھے برتاؤ کی ترکیبیں استعمال کرنے کے حوالے سے آپ کی صلاحیت اس وقت دو چند ہو جائے گی جب آپ کسی سے ایسا عمدہ معاملہ کریں گے کہ اسے احساس ہو کہ وہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا ہے، آپ کا اپنی والدہ سے سلوک اس درجہ خوبصورت اور ہم آہنگ، انس ومحبت اور تکریم سے بھرپور ہو کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ آپ کا ایسا شاندار تعلق ان کے سوا کسی اور سے نہیں۔

ایسا ہی رویہ اپنے والد، اپنی بیوی، اپنے بچوں اور اپنے ہم چشموں کے ساتھ رہن سہن میں بھی اختیار کریں، جن افراد سے کبھی کبھار واسطہ پڑتا ہے جیسے دکاندار یا گیس اسٹیشن کا کارندہ وغیرہ، ان کے ساتھ بھی آپ کا طرزِ عمل مثالی ہونا چاہئے۔

ان سب لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہونا ممکن ہے کہ آپ انہیں سب سے زیادہ محبوب ہیں، لیکن ایسا صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب آپ انہیں یہ باور کرانے میں کامیاب و جائیں کہ آپ کو ان سے زیادہ پیار کسی اور سے نہیں۔

ایسے طرزِ زندگی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے۔ جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو مطالعہ کرے گا اسے یہ تسلیم کر لینے میں تامل نہیں ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق و روایات کے حامل تھے۔ آپ ہر ملنے والے کی عزت کرتے، اسے اہمیت دیتے، اس سے ہم آہنگ ہونے یا اسے ہم آہنگ کرنے کوشش کرتے اور ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے پیش آتے۔ جس کسی سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی ملاقات ہوتی وہ یہی سمجھتا کہ آپ اسے سب سے بڑھ کر چاہتے ہیں، نتیجۃً وہ بھی آپ کو سب سے زیادہ چاہتا کیونکہ آپ اسے اپنی بے پناہ محبت کا احساس دلا دیتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عرب کے دور اندیش، زیرک اور ہوشیار ترین آدمیوں

میں ہوتا تھا، ایسے زبردست آدمی کو عرب ''داہیہ'' کے لقب سے پکارتے ہیں، عمرو اپنی قوم کی سربرآوردہ شخصیت تھے۔ اسلام لانے کے بعد جب کبھی ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تازگی، مسرت اور محبت کے آثار نمایاں دیکھے۔ وہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں شریک ہوئے، عزت وتکریم اور نام سے مخاطب کرتے، عمرو کو اپنے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غیر معمولی اہتمام، دائمی تبسم اور برتاؤ کو دیکھ کر یہ گمان ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر محبوب ہیں، انھوں نے اس گمان کو یقین کا جامہ پہنانا چاہا۔

چنانچہ ایک دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کے قریب بیٹھ گئے اور سوال کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ، آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ''۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: نہیں، اے اللہ کے رسول، مردوں میں سے؟ میں نے آپ سے آپ کے گھرانے کے متعلق سوال نہیں کیا۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا: ''عائشہ کے والد''

حضرت عمرو بن العاص نے کہا: پھر کون؟

''پھر عمر بن الخطاب''۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ پھر میں یہ سوچ کر خاموش ہو گیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فہرست میں مجھے سب سے آخر میں نہ رکھ دیں۔ (صحیح البخاری:۳۶۶۲)

ملاحظہ کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ اخلاق پر مبنی برتاؤ کے ذریعے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر کیسا اچھا اثر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ان کی حیثیتوں کے مطابق رتبہ دیتے تھے۔ آپ لوگوں کے لئے اپنے ضروری کام ملتوی کر دیتے تا کہ انہیں احساس ہو کہ آپ کے دل میں ان کی کتنی محبت اور قدر ہے۔

جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیع پیمانے پر فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور اسلام پھیلنے لگا، آپ نے قبائل کو اسلام کی روشنی سے فیض یاب کرنے کے لئے اپنے یہاں سے داعی روانہ کرنے کا آغاز کیا۔

کبھی ضرورت پڑتی تو لشکر بھی بھیج دیتے۔ عدی بن حاتم بنو طے کے سردار اور سردار کے بیٹے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر قبیلہ طے کی طرف بھیجا۔ عدی بن حاتم جنگ میں شریک نہ ہوئے اور رومیوں کی پناہ میں شام بھاگ گئے۔

مسلمان بنو طے کے علاقے میں پہنچے تو طائی قیادت کے فقدان اور کوئی منظّم لشکر نہ ہونے کے باعث اسے بآسانی فتح کرلیا۔ دوران جنگ مسلمانوں کا یہ شیوہ تھا کہ وہ لوگوں سے اچھا سلوک کرتے اور ان سے شفقت سے پیش آتے۔ بنو طے پر حملے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے محفوظ ہوجائیں اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے۔

مسلمانوں نے قوم عدی کے بعض افراد کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا اور انہیں مدینے لے آئے۔ قیدیوں میں عدی بن حاتم کی بہن بھی شامل تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عدی بن حاتم کے شام کی طرف فرار کرنے کی اطلاع دی گئی تو آپ کو بڑا تعجب ہوا کہ وہ اپنا دین اور اپنی قوم چھوڑ کر کیسے بھاگ گئے۔ بہر حال اب عدی تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ ادھر عدی کو رومیوں کے علاقے میں ٹھہرنا راس نہ آیا۔ مجبوراً انہیں دیار عرب واپس آنا پڑا۔ پھر انہیں سوائے اس کے کوئی راستہ نظر نہ آیا کہ وہ مدینہ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے مصالحت کی شرائط طے کرلیں۔

عدی مدینہ روانگی کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

عرب کا کوئی شخص مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ناپسند نہیں تھا، میں دین نصاری پر عمل پیرا تھا اور اپنی قوم کا سردار تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو مجھے آپ سے بڑی نفرت ہوئی۔ میں گھر سے روانہ ہوا اور قیصر روم کے یہاں چلا گیا، پھر مجھے وہاں قیام کرنا بھی اچھا نہ لگا میں نے سوچا میں اس آدمی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاتا ہوں۔ اگر وہ جھوٹا ہوا تو مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو بھی معلوم ہوجائے گا، یہ سوچ کر میں مدینے کی طرف چل پڑا۔ جب میں شہر میں داخل ہوا تو لوگ شور کرنے لگے:

''یہ رہا عدی بن حاتم، یہ رہا عدی بن حاتم''

میں چلتا گیا اور مسجد میں داخل ہوا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے

دریافت کیا:

''عدی بن حاتم ہیں؟''

میں نے جواب دیا:''جی،عدی بن حاتم ہوں''

عدی بن حاتم کی آمد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔اس کے باوجود کہ عدی مسلمانوں کے دشمن تھے، جنگ سے بھاگے تھے، اسلام سے انہیں نفرت تھی اور نصاری کے پناہ گزیں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خوب آؤ بھگت کی۔آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش دلی سے انہیں خیر مقدم کہا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر گھر کی طرف چل پڑے۔عدی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ میں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں برابر کے سردار ہیں۔

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ اور گردنواح کے بادشاہ ہیں''

''اور عدی طے اور اس کے اردگرد کے پہاڑوں کا بادشاہ ہے''

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک آسمانی دین''اسلام'' پر عمل پیرا ہیں''

''اور عدی ایک دوسرے آسمانی دین''نصرانیت'' کا ماننے والا ہے''

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس الہامی کتاب''القرآن'' ہے''

''اور عدی کے پاس ایک دوسری الہامی کتاب''انجیل'' ہے''

عدی نے محسوس کیا کہ دونوں بادشاہوں میں فوجی قوت کی کمی بیشی کے علاوہ اور کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مواقع پر ٹھہرے۔

پہلے موقع پر ایک عورت راستے میں کھڑی ہو کر پکارنے لگی:''اے اللہ کے رسول، مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کا ہاتھ چھوڑا، اس کے پاس گئے اور غور سے اس کی بات سنتے رہے۔

عدی بن حاتم جو بادشاہوں اور وزیروں کی صحبت میں رہ چکے تھے، یہ منظر دیکھنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں سے برتاؤ کا موازنہ ان رؤساء وزعماء کے برتاؤ سے کرنے لگے جن کے طرز عمل کا وہ اس

سے قبل مشاہدہ کر چکے تھے۔ دیر تک خاموشی سے تکتے رہے، پھر گویا ہوئے:
''اللہ کی قسم، یہ بادشاہوں کا اخلاق نہیں ہوسکتا، یہ انبیاء ہی کا اخلاق ہے''
وہ عورت اپنی بات پوری کر چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدی کی طرف آئے اور دونوں دوبارہ چلنے لگے۔

راستے میں انہیں ایک آدمی ملا۔
اس نے شکایت کے لہجے میں کہا:
''یا رسول اللہ، کھانے کو کچھ نہیں ملتا، بھوکوں مر رہے ہیں، غربت نے کمر توڑ کر رکھی دی ہے''
وہ آدمی شکایت کر رہا تھا اور عدی سن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مختصر جواب دیا اور آگے بڑھ گئے۔ ابھی چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ ایک اور آدمی آیا اور بولا:
''اے اللہ کے رسول، اردگرد کے راستوں میں بہت ڈاکے پڑ رہے ہیں''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی چند لفظی جواب دیا اور آگے چلتے گئے۔ عدی دل ہی دل میں معاملات کا تجزیہ کرنے لگے۔ انھوں نے سوچا کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں، میری ایک عزت ہے، ایک مقام ہے، میرے دشمن راستوں میں مجھ پر ڈاکے بھی نہیں ڈالتے، پھر میں کیوں ایسے دین میں داخل ہو جاؤں جس کے ماننے والے فقر وفاقہ کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور غربت نے ان کی جان جوکھم میں ڈال رکھی ہے۔
دونوں گھر پہنچے۔ گھر میں ایک ہی گدا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کی تکریم کرتے ہوئے انہیں دیا اور کہا:
''یہ لے لیجئے اور اس پر بیٹھ جایئے'' عدی نے گدّا واپس کرتے ہوئے کہا:
''بلکہ آپ اس پر تشریف رکھئے''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:
(نہیں) بلکہ آپ (بیٹھئے)''
بہر حال گدّا عدی کے پاس رہا اور وہی اس پر بیٹھے۔
اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی اور اسلام کے درمیان کھڑی رکاوٹیں ہٹا دینے کی ابتدا کی۔

آپ یوں گویا ہوئے:

''عدی، اسلام لے آیئے، آپ سلامت رہیں گے'' یہ بات آپ نے تین بار کہی۔

عدی نے جواب دیا:

''میں بھی ایک دین پر عمل پیرا ہوں''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں آپ کے دین کو آپ سے بہتر جانتا ہوں''

عدی حیران ہوئے:

''آپ میرے دین کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

''جی ہاں، کیا آپ کا تعلق رکوسی فرقے سے نہیں؟'' رکوسی نصرانیت کا ایک فرقہ ہے جس پر مجوسیت کے کچھ اثرات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسروں کو قائل کرنے کی صلاحیت کا اندازہ کیجئے کہ آپ نے عدی سے یہ نہیں پوچھا: ''کیا آپ نصرانی نہیں ہیں؟'' بلکہ آپ نے اپنی عام معلومات سے آگے بڑھ کر انہیں خاص معلومات فراہم کرتے ہوئے نصرانیت میں عین ان کا مذہب یا مسلک بتا دیا۔

اس طرز عمل کو ایک اور مثال سے سمجھئے کہ یورپ کے کسی ملک میں آپ کو کوئی نصرانی ملتا اور کہتا ہے: آپ نصرانی کیوں نہیں ہو جاتے؟

آپ کا جواب انکاری ہوتا ہے: میں ایک دن پر عمل پیرا ہوں۔

اس پر وہ آپ سے یہ نہیں کہتا: کیا آپ مسلمان نہیں ہیں؟

اور یہ بھی نہیں: کیا آپ سنی نہیں ہیں؟

بلکہ وہ براہ راست آپ کے فقہی مسلک کا حوالہ دیتا ہے: کیا آپ شافعی نہیں ہیں؟ یا کیا آپ حنبلی نہیں ہیں؟

کہیئے کیا آپ کو کوئی شک وشبہ رہے گا کہ وہ آپ کے دین کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔

گفتگو کا یہی شعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کے ساتھ اپنایا اور کہا:

کیا آپ کا تعلق رکوسی فرقے سے نہیں؟

''کیوں نہیں، رکوسی فرقے ہی سے ہے'' عدی نے جواب دیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا:

''جب آپ کی قوم آپ کی معیت میں جنگ لڑتی ہے، آپ غنائم کا مر باع نہیں کھاتے؟''

''بالکل کھاتا ہوں''

''آپ کے دین کی رو سے تو ایسا کرنا آپ کے لئے حلال نہیں''

''جی ہاں، حلال تو نہیں'' عدی نے دبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسلام سے آپ کو جس چیز نے روک رکھا ہے میں وہ بھی جانتا ہوں۔ دراصل آپ سوچتے ہیں کہ بے چارے چند ضعیف لوگ اس آدمی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں جس کے پاس قوت طاقت نام کی کوئی چیز نہیں اور اہل عرب نے بھی انہیں اپنے علاقے سے نکال باہر کیا ہے''

عدی: آپ نے حیرہ دیکھا ہے؟(۱)

''دیکھا تو نہیں، البتہ اسکے متعلق سنا ضرور ہے، عدی نے بتایا:

''قسم اس ذات جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ اس کام کو ضرور پورا کر کے رہے گا حتی کہ محمل نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی اور کسی کی پناہ حاصل کئے بغیر بیت اللہ کا طواف کرے گی''

یعنی اسلام اس درجہ قوت حاصل کر لے گا کہ حج کی غرض سے آنے والی مسلمان عورت حیرہ سے چلے گی اور بآسانی مکہ پہنچ جائے گی، اس کے ساتھ محرم کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا جو اسے پناہ دے۔ وہ سینکڑوں قبائل کے قریب سے گذرتی ہوئی آئے گی، مسلمانوں کی شان وشوکت اور قوت وسطوت کے باعث کوئی اس عورت پر ہاتھ ڈالنے یا اس کے مال پر ڈاکا ڈالنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

---

(۱) حیرہ لخمی بادشاہوں کا دارالحکومت تھا جس کے آثار عراق میں کوفہ اور نجد کے درمیان پائے جاتے ہیں، آغاز اسلام کے وقت یہاں نسطوری نصاری آباد تھے، نعمان بن منذر کے نام پر اس کا نام حیرۃ النعمان پڑ گیا، عربی ادب کے مشہور شاعر طرفہ اور نابغہ ذبیانی دربار حیرہ سے ہی وابستہ رہے۔

عدی نے یہ سنا تو ان کے ذہن میں اس منظر کا تصور ابھر آیا کہ ایک عورت عراق سے چل کر مکہ پہنچے گی، مطلب یہ کہ اس کا گذر جزیرۂ عرب کے شمال میں واقع میری قوم طے کے دیار و جبال سے بھی ہوگا۔

عدی نے متعجب ہوکر سوچا:

''طے کے ڈراؤنے ڈاکو اس وقت کہاں ہوں گے، جنھوں نے علاقے میں اودھم مچا رکھا ہے''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جا رہے تھے:

''اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے بھی ضرور فتح کیے جائیں گے''

عدی یہ سن کر حیران ہوئے: ''ابن ہرمز کے خزانے؟''

فرمایا:

''ہاں، کسریٰ بن ہرمز، اور اس کے اموال بھی لازماً اللہ کی راہ میں لٹائے جائیں گے، اگر آپ کی زندگی لمبی ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ آدمی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر ایسے افراد کی تلاش میں نکلے گا جو اس سے وہ سونا یا چاندی قبول کر لیں، لیکن اسے کوئی ایسا انسان نہیں ملے گا''

یعنی مال و دولت کی ایسی فراوانی ہوگی کہ مالدار آدمی اپنے مال کی زکوۃ اٹھائے گھومتا پھرے گا مگر اسے کوئی ضرورت مند نہیں ملے گا جو اس سے زکوۃ قبول کر لے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کو آخرت کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''ملاقات کے دن تم میں سے ہر ایک کی اللہ سے ملاقات ہو کر رہے گی، اللہ اور اس کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، وہ دائیں دیکھے گا تو جہنم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا اور بائیں دیکھے گا تو بھی جہنم ہی نظر آئے گی''

عدی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تفکر کی موجوں سے باہر نکالتے ہوئے فرمایا:

''عدی، پھر کون سی شے ہے جو آپ کو لآ الہ الا اللہ سے دور کر رہی ہے، کیا اللہ سے بڑا بھی کوئی معبود آپ کی نظر میں ہے؟''

عدی نے کہا: ''میں مسلم حنیف (یکسو مسلمان) ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے'' جیسے ہی عدی نے یہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے جگمگا اٹھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرتے ہوئے راوی حدیث سے) کہا:

''اب آپ دیکھتے ہیں کہ محمل نشین عورت حیرہ سے چل کر آتی ہے اور بلا خوف وخطر بیت اللہ کا طواف کرتی ہے، کسریٰ کے خزانے فتح کرنے والوں میں، میں خود شامل تھا۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تیسری بات بھی ہو کر رہے گی کیونکہ اس کی پیش گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے'' (بخاری: ۳۵۹۵۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد: ۳۷۸/۴، ۳۷۹۔ البدایۃ والنہایۃ: ۵۷/۵، ۶۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۳۴۳/۵۔ صحیح ابن حبان: ۶۶۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ کردار پر غور کیجئے کہ آپ نے عدی کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ان سے نہایت الفت ومحبت کا برتاؤ کیا جسے خود عدی بھی محسوس کئے بنا نہ رہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی رویہ عدی کو اسلام کے قریب لانے کا باعث بنا۔

ہم بھی لوگوں کے ساتھ، وہ چاہے جیسے بھی ہوں، اسی محبت سے پیش آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کے دلوں کو مسخر نہ کر سکیں۔

ہم نرمی، افہام وتفہیم اور مناسب طرز عمل سے اپنا پسندیدہ ماحول پیدا کر سکتے ہیں اور اپنی بات منوا سکتے ہیں۔ ❁

البلاغت

اردو زبان میں اصول بلاغت کی آسان کتاب

قیمت -/100

مرتبہ

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف۔ آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل: 7839216040

انمول موتیاں

ماخوذ از ملفوظات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ادارہ

نماز سے صحت اچھی رہتی ہے:

نماز کی ایک برکت یہ ہے کہ اس سے صحت اچھی رہتی ہے، اطباء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اخلاق حمیدہ اور افعال حسنہ کا اثر صحت پر بہت اچھا پڑتا ہے۔

اعمال کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں:

نمازی کے دل میں نور ہے اس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے اور بے نمازی کے دل میں ظلمت ہے اس کا اثر چہرہ کی بدرونقی سے ظاہر ہوتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آگ ضرور اندر لگی ہے، اسی کا یہ دھواں ہے جس نے ظاہر و باطن دونوں کو سیاہ کر دیا دل کی سیاہی تو یہ ہے کہ نہ رشوت سے نفرت ہے نہ جھوٹ بولنے سے نہ کسی پر بہتان باندھنے سے نہ کسی کی زمین دبانے اور قرض لے کر انکار کر دینے سے نہ لڑکوں اور عورتوں کے گھورنے سے نہ وضع نصرانی اختیار کرنے سے وغیرہ وغیرہ۔

ایمان اور عمل صالح سے غذائے روحانی حاصل ہوتا ہے:

جیسے پیٹ کی غذا الگ ہے، ماکولات ومشروبات اور آنکھ کی غذا الگ ہے مبصرات، اور کان کی غذا الگ ہے مسموعات، اسی طرح دل کی بھی ایک غذا ہے اور وہ محبت ہے، دل کی غذا محبت کے سوا کچھ نہیں۔ دل کو اس میں لذت آتی ہے پھر جس کا محبوب ناقص ہو اس کی لذت ناقص ہوگی اور جس کا محبوب ایسا کامل ہو کہ اس سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہ ہو اس کی لذت سب سے زیادہ ہوگی۔ ایمان وعمل صالح اختیار کرنے پر دنیا ہی میں غذائے روحانی (یعنی حق تعالیٰ کی محبت کامل) جیسا کہ ملفوظ بالا میں بیان ہوا عطا ہوگی جس سے زیادہ دل کی کوئی غذا نہیں، کیونکہ یقیناً غذائے جسمانی غذائے روحانی سے افضل والذ ہے اس لئے کہ تمام اسباب نعم سے اصل مقصود راحت قلب ہے جو غذائے جسمانی سے بواسطہ حاصل ہوتی ہے اور غذائے روحانی سے بلا واسطہ۔ پھر کمال یہ کہ اس دستر خوان پر مختلف غذائیں ہیں کبھی تم محبّ ہو اور حق تعالیٰ محبوب۔ اور پھر حق تعالیٰ محبّ ہیں

اورتم محبوب، اس کی لذت اور ہی کچھ ہے۔ پھر خلق کوتم سے محبت ہو جاتی ہے اس میں کچھ اور ہی حظ ہے۔ ان مختلف اقسام سے لذت بہت ہی بڑھ جاتی ہے۔ پس ہم کو ایمان وعمل صالح کی تکمیل میں کوشش کرنی چاہئے۔

ایمان اور عمل صالح سے قبولیت اور محبوبیت مخلوق سے بھی اور حق سے بھی پیدا ہوتی ہے:

''ان الذین امنوا و عملو الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا ''اس کا مطلب یہ ہے ایمان وعمل صالح سے قبولیت ومحبوبیت عامہ پیدا ہوتی ہے یعنی جن لوگوں کو اس شخص سے کسی غرض کا تعلق نہ ہو، نہ حصولاً نہ فوتاً۔ ان کے دل میں محبت پڑ جاتی ہے، بشرطیکہ سلیم الطبع ہو۔ حتیٰ کہ غیر معاند کفار کے دلوں میں بھی ایسے لوگوں کی عظمت ہوتی ہے، انسان کیا معنی، جانور تک محبت کرنے لگتے ہیں۔

حضرت سفینہ اور شیر کا واقعہ

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ ایک دفعہ قافلہ سے الگ ہوکر راستہ بھول گئے تھے، رات کو جنگل میں ایک شیر ملا تو آپ نے اس سے کہا: اے شیر، میں سفینہ غلام ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، یہ سن کر وہ دُم کر ہلا کر خوشامدیں کرنے لگا اور پھر آپ کے آگے آگے ہولیا، تھوڑی دیر میں آپ کو قافلہ کے قریب پہنچا کر دم ہلاتا ہوا ایک طرف کو چل دیا۔

یہ تو محبت خلق کا ظہور ہوا، اور محبت حق ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اس شخص کو بس آواز تو نہیں آتی ہے مگر بقسم کہتا ہوں کہ محبت کا اثر اس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ ہر وقت واقعات میں اس کی امداد اور اعانت ہوتی ہے اور قلب پر علوم وارادات وکلام حق کا ایسا القا ہوتا ہے جیسے حق تعالیٰ اس سے باتیں کرتے ہوں بس آواز تو نہیں ہوتی اور سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ دل سے خوب جانتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھے چاہتے ہیں پھر اس کی لذات کی کیا پوچھنا باقی کامل ظہور اس کا آخرت میں ہوگا۔

سلف کے خدام کا مذاق

سلف کے خدام کا یہ مذاق تھا کہ شیخ نے ذرا بھی شریعت سے تجاوز کیا فوراً گرفت کرتے تھے اور یہ سبق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ہم کو پڑھایا ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ میں صحابہ سے پوچھا: ''لو ملت عن الحق شیئاً فما تفعلون ''اگر میں حق سے ذرا ہٹ جاؤں تو تم کیا کروگے؟ اسی وقت ایک صحابی تلوار لے کر اٹھے اور سیدھی کر کے کہا: '' لتقیمنک بھذا السیف ''

یعنی ہم تلوار سے آپ کو سیدھا بنادیں گے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ الحمد للہ، خدا کا شکر ہے کہ میرے دوستوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو میری کجی کو درست کر سکتے ہیں، اب مجھے بے فکری ہے کہ ان شاء اللہ میں حق سے نہ ہٹوں گا۔

بد دین کی تحریر وتصنیف کا مطالعہ مضر اور نقصان دِہ ہے:

بد دین آدمی اگر دین کی بھی باتیں کرتا ہے تو ان میں ظلمت ملی ہوئی ہوتی ہے اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔اور دیندار دنیا کی بھی باتیں کرے تو ان میں نور رہتا ہے کیونکہ کلام دراصل قلب سے ناشی ہوتا ہے تو قلب کی حالت کا اثر اس میں ضرور ہوتا ہے پس چونکہ متکلم کا اثر اس کے کلام میں اور مصنف کے قلب کا اثر اس کی تصنیف میں ضرور ہوتا ہے اس لئے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا چاہئے ، کیونکہ مطالعہ کتب مثل صحبت مصنف کے ہے جو اثر بے دین کی صحبت کا ہوتا ہے وہی اس کی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

گناہوں سے دل کمزور ہوجاتا ہے:

گناہوں کی آگ خدائی آگ ہے جس کی خاصیت یہ ہے: ''نَارُاللّٰهِ الْمُوْ قَدةُ الَّتِی تَطَّلِعُ عَلَی الْأَفْئِدَة ''اس کا اصل محل قلب ہے، اور دعوی سے کہا جاتا ہے کہ گناہ گار کا دل بے چین ہوتا ہے اس کو راحت و چین نصیب نہیں ہوتا، گناہ سے دل ضعیف اور کمزور ہوتا ہے جس کا تجزیہ نزول حوادث کے وقت ہوتا ہے کہ متقی اس وقت مستقل مزاج رہتا ہے اور گناہ گار کے حواس باختہ ہوجاتے ہیں۔

دیندار سے زیادہ کوئی تعلقات کے حقوق ادا نہیں کرسکتا:

دیندار سے زیادہ تعلقات کے حقوق کوئی بھی ادا نہیں کرسکتا کیونکہ جب بندہ کا تعلق خدا تعالیٰ سے مستحکم ہوجاتا ہے تو دنیا کے تعلقات حقوق پہلے سے زیادہ مستحکم ہوجاتے ہیں کیونکہ پہلے تو ان حقوق کو حظ نفس کے لئے ادا کیا جاتا تھا اور حظ نفس اپنی اختیاری شے ہے جب چاہو اس سے قطع نظر کرلو تو وہ حقوق ضائع ہوجاتے ہیں۔اور اب رضائے الٰہی کے لئے ان حقوق کو ادا کی جاتا ہے اور رضائے حق سے قطع نظر نہیں ہوسکتی اس لئے حقوق کی ادائیگی یقینی اور جو لوگ دیندار بن کر حقوق میں کمی کرتے ہیں وہ دین سے ناواقف ہیں حقیقت میں وہ دیندار نہیں، گو دنیا ان کو دیندار سمجھتی ہے۔

بادشاہت اور حکومت کی ہوس کا نتیجہ سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں:

رعایا کے سلطنت کی ہوس کرنے کا نتیجہ سوائے پریشانی کے کچھ نہیں، بس ان کی وہ حالت ہوتی ہے جیسے چیونٹی کے مرنے کے دن جب قریب آتے ہیں تو اس کے پر لگتے ہیں اس وقت وہ خوش ہوتی ہے کہ آہا میں بھی اڑنے لگی، چنانچہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے ۔

چیونٹی کے لگے پر تو وہ کہنے لگی اڑ کر — میں مثل سلیماں ہوں ہوا میں کئی دن سے

مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ اس کی ہلاکت کے دن قریب آ گئے ہیں، اس کا منشاء محض حرص ہے اور کچھ نہیں ہوتا، نتائج و آثار کو دیکھنا چاہئے کہ اس ہوس خام کے آثار و نتائج کیا ہے؟ کیا اس سے اسلام کو کچھ ترقی ہوئی ہے یا کفر کو؟ صوفیہ بڑے محقق ہیں اور ان سے زیادہ کون دیندار ہوگا، ان کی تعلیم یہ ہے ۔

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ — برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

چنانچہ نص قرآنی ہے:''لا تلقوا بأيدكم الى التهلكة ''جس سے معلوم ہوا کہ جس ہوس کا نتیجہ ہلاکت ہو وہ ممنوع ہے وہ دین نہیں، خلاف دین ہے اور حدیث میں ہے:'' لا ينبغى للمؤمن ان يذل نفسه ''، جس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا بھی جائز نہیں اگر ہلاکت نہ ہو، یہ سب کی تعلیم متعلق مصائب اختیاریہ کے ہے اور مصائب غیر اختیاریہ کے متعلق یہ تعلیم ہے:''والذين اذا اصٰبتهم مصيبة قالوا انا لله و انا اليه راجعون ''یعنی اس آیت کا تفکر اس کا علاج ہے نہ کہ صرف زبانی پڑھنا۔

ساری پریشانیوں کا کامدار''اپنی تجویز'' ہے، اہل اللہ کی راحت کا راز''تفویض کلی'' ہے:

ساری پریشانیوں کا مدار یہی تجویز ہے کہ انسان اپنے لئے یا اپنے متعلقین کے لئے ایک خیالی پلاؤ پکا لیتا ہے کہ یہ لڑکا زندہ رہے، تعلیم یافتہ ہو، اس کی تنخواہ ہو، پھر وہ ہماری خدمت کرے اور اسی طرح یہ مال ہمارے پاس رہے، اس میں یوں ترقی ہو، اتنا نفع ہو، اس طرح شیخ چلی کی طرح ہر چیز کے متعلق کچھ نہ کچھ منصوبے قائم کر لئے جاتے ہیں۔ اگر پہلے سے کوئی تجویز نہ ہو تو پریشانی کبھی پاس نہ پھٹکے، اس لئے اہل اللہ سب سے زیادہ آرام وراحت ومسرت میں ہیں، ان کو کسی واقعہ سے پریشانی اور غم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تجویز کا نشان ہی نہیں ہے، بلکہ تفویض کلی ہے، بس ان کا غم آخرت کا تو ہے اور کسی بات کا غم نہیں مگر غم آخرت ایسا

نورانی اورلذیذ ہے کہ اس کے بدلہ میں سلطنت بھی لینا نہیں چاہتے ۔

غم دین خورکہ غم غم دین است   کہ ہمہ غمہا فروتر ازین است

غم دنیا مخور کہ بےہودہ است   ہیچ کس درجہاں نیاسودہ است

آج کل کی ترقی کی حقیقت ''حرص'' ہے:

حق تعالیٰ کاارشاد ہے:'' **ام للانسان ما تمنی** ''یا بھلاانسان کی ہرخواہش پوری ہوسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حریص کوکبھی راحت نہیں مل سکتی ۔

ماکل ما یتمنی المرء یـــــدرکه   تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

یہاں سے معلوم ہوگیا کہ آج کل جولوگ ترقی متعارف کے معلم ہیں وہ درحقیقت پریشانی کی تعلیم دے رہے ہیں کیونکہ جس چیز کا نام انھوں نے ترقی رکھا ہےاس کی حقیقت حرص ہے،اور جولوگ ترقی متعارف سے مانع ہیں وہ راحت کے معلم ہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ہرحال میں شریعت کے موافق چلواوراس میں راحت ہی راحت ہے۔

حرص ام الامراض ہے:

حرص تمام پریشانیوں کی جڑ ہے، یہ ایسا مرض ہے کہ اس کوام الامراض کہنا چاہئے کیونکہ اسی وجہ سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگرلوگوں میں حرص مال نہ ہوتو کوئی کسی کا حق نہیں دبائے ۔ بدکاری اور چوری کا منشاء بھی لذت کی حرص ہے اخلاق رذیلہ کی جڑ بھی یہی حرص ہے کیونکہ عارفین کاقول ہے کہ تمام اخلاق رذیلہ کی اصل کبر ہے۔اور کبر ہوس جاہ ہی کا نام ہے بس کبر کا منشا بھی یہی حرص ہوا۔

حرص کے مقتضا پرعمل کرنے سے حرص اور بڑھتی ہے:

حرص کے مقتضا پرعمل کرنے سے جی بھرنہیں سکتا کیونکہ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ اگراس کے پاس مال کے دوجنگل بھی ہوں جس میں سونا چاندی پانی کی طرح بہتے ہوں پھروہ تیسرے کا طالب ہوگا ،پس یہ خیال ہی غلط ہے کہ ہوس کے پورے کرنے سے ہوس بجھ جائے گی ، بلکہ جتنااس کو پورا کروگے اتنا ہی بڑھے گی انسان کی ہوس کے پیٹ کومٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرسکتی ۔

گفت چشم تنگ دنیادار را   یا قناعت پر کند یا خاک گور

کبر کی حقیقت اور اس کا علاج:

تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دنیوی یا دینی میں اپنے کو باختیار خود دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے، تو اس میں دو جز ہوں گے اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ، اس کی حقیقت ہے جو حرام ہے اور معصیت ہے۔ اور ایک اس کی صورت ہے کہ اس میں سب اجزاء ہیں بجز ایک جز و یعنی اختیار کے یعنی بلا اختیار خود اچھا سمجھا یا باوجود اچھا نہ سمجھنے کے باختیار خود اس کو باقی رکھا تو یہ حقیقت کبر کی ہو جائے گی اور معصیت ہوگی اور یہ جو قید لگائی گئی ہے کہ دوسرے کو حقیر سمجھے یہ اس لئے کہ اگر کوئی واقعی بڑائی چھٹائی کا اس طرح معتقد ہو کہ دوسرے کو ذلیل نہ سمجھے تو وہ تکبر نہیں، جیسے ایک شخص بیس برس کی عمر والا دو برس کے بچے کو سمجھے کہ یہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے یا ایک ہدایہ پڑھنے والا طالب علم نحو پڑھنے والے طالب علم کو یہ سمجھے کہ یہ مجھ سے پڑھائی میں کم ہے یا ایک مالدار آدمی کسی مسکین کو یہ سمجھے کہ مجھ سے مال میں کم ہے مگر اس کو حقیر نہیں سمجھتا تو وہ کبر نہیں، البتہ اگر یہ تفاوت واقع کے خلاف ہو تو ایسا اعتقاد کذب ہوگا کبر و کذب متغائر ہیں۔ مگر ایسی بڑائی چھٹائی کا اعتقاد گو کبر تو نہیں لیکن اگر وہ محل تفاوت عرفاً یا شرعاً کمال ہو تو یہ اعتقاد احیاناً مفضی الی الکبر ہو جاتا ہے اس لئے سد ذرائع کے طور پر اس کا بھی علاج وہی کرنا چاہئے جو حقیقت کبر کا علاج ہے، اور وہ ایک خاص مراقبہ ہے جس کی ایسے ہر وقت میں تجدید کر لی جائے جبکہ اس تفاوت کی طرف التفات ہو۔ وہ مراقبہ یہ ہے:

۱ گو میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔

۲ عطا بھی کسی استحقاق سے نہیں ہوا بلکہ محض موہبت اور رحمت ہے۔

۳ پھر عطا کے بعد اس کا بقاء میرے لئے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالیٰ جب چاہیں سلب کر لیں۔

۴ اور گو اس دوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر فی الحال ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اس کو یہ کمال اس طرح ہو جائے کہ میں اس کمال میں اس کا محتاج ہو جاؤں۔

۵ اور اگر فی الحال کمال نہ بھی ہو جیسا بعض اوقات ظاہری اسباب سے اس کا گمان غالب ہوتا ہے تو فی الحال ہی اس شخص میں کوئی کمال ایسا ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو اور حق تعالیٰ کو معلوم ہو جس کے اعتبار سے اس کے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے اکمل ہو۔

۶ اگر کسی کے کمال کا بھی احتمال قریب ذہن میں نہ آئے تو اس احتمال کو ذہن میں حاضر کرے کہ شاید یہ علم الٰہی میں مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھ سے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اس کو حقیر سمجھوں۔

۷ اور اگر بالفرض سب امور میں یہ مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے جیسا کہ مریض کا صحیح پر، ضعیف کا قوی پر، فقیر کا غنی پر، تو مجھ کو چاہئے کہ اس پر شفقت و ترحم کروں اس کی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر کسی طرح قدرت نہ ہو یا ہمت نہ یا ہو تو دعائے تکمیل ہی سہی۔ اور اس خیال کے بعد تکمیل میں سعی شروع کردے تو اس تدبیر سے اس کے ساتھ تعلق شفقت پیدا ہو جائے گا۔ اور طبعی خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل اور تربیت میں سعی کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی۔

۸ یہ بھی نہ ہو تو اس کے ساتھ لطف و اخلاق کے ساتھ کبھی کبھی بات چیت کرلیا کرے اس کا مزاج پوچھ لیا کرے، اس سے جانبین سے تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر معدوم ہو جاتی ہے، البتہ اگر وہ شخص ایسا ہے کہ شرعاً اس سے بغض رکھنا مامور بہ ہے تو تدابیر مذکورہ میں سے بعض کا استعمال اس عارض کے سبب نہ کیا جائے گا مگر بعض کا پھر بھی بغض کے ساتھ اجتماع ہو سکتا ہے ان بعض کو استعمال کرے۔

۹ یہ سب کلام تو تکبر کے متعلق تھا اور عجب میں صرف ایک قید کم ہے باقی سب اجزاء وہی ہیں یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں صرف اپنے آپ کو بڑا سمجھنا۔ اس میں بھی حقیقت اور صورت کے ویسے ہی درجے ہیں اور وہی احکام ہیں اور معالجات مذکورہ میں سے جن میں سے دوسرے کا تعلق نہیں وہ سب معالجات اس میں بھی ہیں۔

او حب جاہ کا حاصل یہ ہے کہ جیسا اپنے کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے اس کی بھی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی مجھ کو بڑا سمجھیں اور میرے ساتھ تعظیم و اطاعت و خدمت کا معاملہ کریں چونکہ اس کا منشاء بھی تکبر یا عجب ہی ہے اس لئے اس کے اقسام و احکام و درجات و معالجات وہی ہیں جو کبر میں گذرے۔

اور ریا کا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دے، کبر و عجب اور حُب جاہ میں یہ ذریعہ بنانے کی قید نہ تھی، چونکہ یہ بھی کبر و عجب ہی سے پیدا ہوتا ہے اس میں بھی سب وہی درجات و اقسام و احکام و معالجات ہیں اور یہ سب احکام کلی ہیں، کبھی کبھی خصوصیت مقام سے

بعض نئی صورتیں یا نئے معالجات بھی ثابت ہوتے ہیں جو مربی کی رائے سے متعین کئے جاتے ہیں۔

اور خجلت میں ایک طبعی انقباض ہے جو خلاف عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے بلا اختیار نفس پر وارد ہوتی ہے اور سالک کو بعض اوقات غایت احتیاط کے سبب اس پر شبہ ہو جاتا ہے کبر وغیرہ کا مگر واقع میں وہ کبر نہیں ہوتا۔ اور معیار اس کا یہ ہے کہ جس طرح یہ شخص ایک ادنیٰ یا خسیس کام کرنے سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اس کے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم وتکریم کا معاملہ دل سے کرے تب بھی اس کو ایسا ہی انقباض ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو خجلت ہے ورنہ کبر۔ یہ تو اس کی حقیقت ہے جو غیر اختیاری ہونے کے سبب مذموم نہیں اور ایک یہ صورت ہے کہ واقع میں تو کبر وغیرہ ہے مگر نفس نے تاویل کر کے اس کو خجلت میں داخل کر کے تسلی حاصل کر لی، یہ اختیاری ہونے کے سبب مذموم ہے، بلکہ دوسرے ذمائم مذکورہ سے اشنع ہے کیونکہ تاویل کر کے غیر مباح کو مباح بنایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی تلبیس وتدلیس ہے تو اور اقسام میں تو حقیقت مذموم تھی اور صورت غیر مذموم اور اس میں بالعکس، جیسا مع الدلیل گذر چکا۔

اب اخیر میں ایک معالجہ ممتدہ ذکر ہوتا ہے کیونکہ معالجات مذکورہ وقتی تھے جن پر اثر کا رسوخ نہیں ہوتا۔ الا نادراً، اور مبتدی کو ایک معتد بہا مدت کا اس معالجہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بہ تکلف اوضاع واطوار وعادات قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار نہ کرے، جس سے تواضع کی شہرت ہو جائے یعنی وہ امور اختیار کئے جائیں جس سے ایک گونہ نفس کو انقباض ہو مگر دوسروں کی نظر میں وہ قابل التفات نہ ہوں جس سے شہرت تواضع کا احتمال ہو۔ ❁

آسان نماز

اردو زبان میں نماز کے مسائل کی آسان کتاب

قیمت: -/20

تعلیمات سیرت

اردو، ہندی زبان میں سیرت کی آسان کتاب

قیمت: -/60

از مولانا حافظ سید محمد راشد — مرتبہ

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف۔ آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل:
7839216040

فقہی مسائل

نماز کے مسائل   سجدہ سہو کا بیان   ۴

مسئلہ : سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی سجدہ سہو کافی ہے اب پھر سجدہ سہو نہ کرے۔

مسئلہ : نماز میں کچھ بھول ہوگئی تھی جس سے سجدہ سہو واجب تھا لیکن سجدہ سہو کرنا بھول گئی اور دونوں طرف سلام پھیر دیا لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف سے نہیں پھیرا، نہ کسی سے کچھ بولا، نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدہ سہو کر لے، بلکہ اگر اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگے ہو تب بھی کچھ حرج نہیں اب سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی ۔

مسئلہ : سجدہ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدہ سہو نہ کروں گا، تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے سجدہ سہو کر لینے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ : چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کر لے، اور سجدہ سہو کر لے البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز ہو جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ: بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعا قنوت پڑھ لیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ: وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ: وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سبحانک اللھم پڑھ گیا، پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھا تو سجدہ سہو کا واجب نہیں۔

مسئلہ: وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا سورت پڑھ کے رکوع میں چلا گیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کر دو سورتیں پڑھ گیا تو کچھ ڈر نہیں اور سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض نماز میں پچھلی دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: نماز کے اول میں ''**سبحانک اللهم**'' پڑھنا بھول گیا یا رکوع میں ''**سبحان ربی العظیم**'' نہیں پڑھا یا سجدہ میں ''**سبحان ربی الاعلیٰ**'' نہیں کہا یا رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہنا یاد نہیں رہا یا نیت باندھتے وقت کندھے تک ہاتھ نہیں اٹھائے یا اخیر رکعت میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھا یونہی سلام پھیر دیا، تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنا بھول گیا، چپکے کھڑا رہ کے رکوع میں چلا گیا تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، اگر ان کو کوئی قصداً کرے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، بلکہ نماز پھر سے پڑھے، اگر سجدہ سہو کر بھی لیا تب بھی نماز نہیں ہوئی، جو چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب ہیں ان کو بھول کر چھوڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔(بہشتی زیور بتغییر یسیر)

❁

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز''

از کلمات استناد

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

کار خیر اور ثواب جاریہ نیز اپنے مرحومین کے نام ایصال ثواب کے طور پر نماز کی کتاب کو زیادہ سے زیادہ خرید کر کے تقسیم کریں اور عنداللہ ثواب کے مستحق بنیں، جلد رابطہ کریں

مکتبہ الاشرف۔ آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی۔ الہ آباد۔ موبائل: 7839216040

Quarterly

RNI TITLE CODE : UPBIL04930

AL KASH SHAAF

Research Journal

Allahabad

Voulume : 6　　*Issue No. : 4*

October to December 2022

ملنے کا پتہ: مکتبہ الاشرف 9,1/2,1 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی الہ آباد Mb.7839216040

Editor: Dr. Mohammad Ziauddin

FLAHUL IBAAD TRUST

Printed & Published by Dr. Mohammad Ziauddin on behalf of Flahul Ibaad Trust Allahabad 211016 through Jai Printers Allahabad.